دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی کا علمی و دینی ماہنامہ

معارف

جلد نمبر ۱۸۴ ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ماہ دسمبر ۲۰۰۹ء عدد ۶

فہرست مضامین

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر: ۱۹
شبلی روڈ، اعظم گڑھ (یوپی)
پن کوڈ: ۲۷۶۰۰۱

شذرات

ڈاکٹر ابراہیم محمد البطشان سعودی سفارت خانہ دہلی میں کلچرل اتاشی کے عہدہ پر فائز ہیں۔لیکن ان کے عہدے سے ان کی مختلف الجہات شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا، بنیادی طور پر ان کی شناخت ایک اچھے اسکالر کی ہے۔عربی زبان وادب کا نہایت اعلیٰ اور شستہ ذوق رکھتے ہیں۔ان کی خصوصی دلچسپی کا موضوع متنبّی کی شاعری ہےاوران کے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ کا موضوع بھی یہی ہے۔ ایک عرصہ تک تعلیم وتدریس سے بھی وابستہ رہے ہیں اور سعودی عرب کے علاوہ بعض دوسرے ممالک میں بھی تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔سعودی عرب، انگلینڈ، انڈونیشیا، سوڈان، فلپائن اور بعض دوسرے ممالک کے علمی اداروں سے افادہ اور استفادہ کا تعلق رہا ہے۔متعدد کتابوں اور مقالات کے مصنف ہیں۔مخطوطات سے خصوصی دلچسپی ہے۔ان سب سے بھی زیادہ یہ کہ نہایت نفیس شخصیت کے مالک ہیں۔تواضع، شرافت اور اخلاق عالیہ کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔جب سے انہوں نے یہ عہدہ سنبھالا ہے سعودی سفارت خانہ کی علمی سرگرمیوں میں واضح طور پر اضافہ ہوا ہے اور علمی اداروں سے تعلق اور تعاون میں نمایاں طور پر بہتری آئی ہے۔ابھی گذشتہ دنوں ان کے تعاون سے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مرکز دراسات ایشیاء غربی میں ہندوستان کی لائبریریوں اور آرکایوز میں محفوظ عرب تاریخ سے متعلق مخطوطات اور وثائق پر ایک سمینار منعقد ہوا تھا۔اس سمینار کے مجوزہ عناوین میں عرب تاریخ کے موضوع پر دارالمصنّفین کی مطبوعات کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ان کتابوں کے تعارف کی سعادت راقم حروف کو حاصل ہوئی تھی۔گذشتہ دنوں دارالمصنّفین میں ان کی تشریف آوری بھی علم وتحقیق سے ان کی گہری دلچسپی کی دلیل ہے۔دہلی سے اعظم گڈھ کے سفر کی مشکلات کے باوجود ہماری دعوت پر ۱۴ردسمبر کو اکیڈمی تشریف لائے۔ اگرچہ یہاں ان کا قیام بہت مختصر رہا اور ان کے اعزاز میں صرف ایک مختصر سا پروگرام کیا جاسکا لیکن اس موقع پر موجود لوگوں کے دل ودماغ پر ان کے علم، تواضع اور عظمت کردار کا بڑا گہرا نقش مرتب ہوا۔انہوں نے دارالمصنّفین کے مسائل میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور لائبریری کے لیے کتابوں کی فراہمی کے سلسلہ میں بعض اہم اقدامات کا اعلان کیا۔مخطوطات کے تحفظ کے سلسلہ میں بھی انہوں نے خصوصی طور پر دلچسپی ظاہر کی۔ہم بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ دارالمصنّفین میں ڈاکٹر البطشان کی تشریف آوری سے علمی اور تحقیقی میدان میں باہمی تعاون کی راہ ہموار ہوگی۔

اکتوبر کے اواخر میں ڈاکٹر عرفان احمد خاں صاحب کی دعوت پر شکاگو میں منعقد ہونے والی

قرآن کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا۔ڈاکٹر صاحب علی گڑھ کے پرانے طالب علم اور استاد ہیں۔ایک مدت سے شکاگو میں مقیم۔تعلیم وتعلم کے لحاظ سے ان کا موضوع فلسفہ ہے لیکن ان کی تمام تر تگ و دو کا مرکز اوران کی فکر ونظر کا محور اللہ کی کتاب ہے اور اب دراصل اسی سے ان کی زندگی عبارت ہے۔اپنی زندگی کا بڑا حصہ انہوں نے قرآن مجید پر تدبر وتفکر میں صرف کیا ہے اوراس غور وفکر کے نتائج اور ثمرات سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی تفسیر کی صورت میں سامنے آچکے ہیں۔ یہ تفسیر: Reflections on the Quran understanding Surahs AL-FATIHAH & AL-BAQARAH کے نام سے اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر شائر (Leicestershere) سے شائع ہوچکی ہے اور اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔اس نوع کی ان کی بعض دوسری کتابیں تیاری کے مختلف مراحل میں ہیں۔قرآن مجید سے تعلق کو مضبوط کرنے، فہم قرآن کو عام کرنے اور قرآنی تعلیمات کی نشر واشاعت سے دلچسپی رکھنے والے افراد اور اداروں کو باہم مربوط کرنے کے مقصد سے کچھ ہم خیال لوگوں کے ساتھ مل کر انہوں نے Association for Quranic Understanding (AQU) کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔اس کے صدر شکاگو کے مشہور معالج ڈاکٹر اشرف طور ہیں اور ڈائرکٹر ڈاکٹر عرفان احمد خاں۔یہ سمینار اسی تنظیم کے زیر اہتمام منعقد ہوا اور اس کا موضوع تھا: "Building Relationship with the Quran" ابتداءً یہ کانفرنس لاس ویگاس میں منعقد ہونے والی تھی۔بعض اسباب کی وجہ سے آخری دنوں میں اسے شکاگو میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔شکاگو کے مسلمانوں نے جس انداز اور معیار پر اس کے انعقاد کا اہتمام کیا اور جس جوش وخروش سے اس کے جملہ پروگراموں میں حصہ لیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ فیصلہ بالکل درست تھا۔شکاگو کے نواحی علاقوں میں اسکوکی (Skokie) اپنی خوبصورتی اور حسن انتظام کے لیے مشہور ہے۔اسی علاقہ میں ہوٹل Holiday Inn میں یہ تین روزہ کانفرنس اقرأ انٹرنیشنل ایجوکیشنل فاؤنڈیشن اور الفرقان فاؤنڈیشن کے تعاون سے نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوئی۔اس کا افتتاح ۳۰/اکتوبر کو ساڑھے پانچ بجے شام میں ہوا اور اختتام یکم نومبر کو ساڑھے چار بجے شام۔تین دن تک وہاں کی فضا اسی ذکر اور فکر سے معمور رہی کہ انسانیت کے نام اللہ کے اس آخری پیغام کو کس طرح زیادہ بہتر طور پر سمجھا جائے، اس کے فہم کو عام کیا جائے، اس سے تعلق کو مضبوط کیا جائے اوراس کے نور سے زندگی کی تاریک راہوں کو مستنیر کیا جائے۔اس روح پرور اور خوبصورت محفل میں شرکت ایک ایسا تجربہ تھا جس کی یاد مدتوں دل ودماغ کو جلا بخشتی رہے گی۔دعا ہے کہ یہ کانفرنس ایک عالمی قرآنی تحریک کی پیش خیمہ ثابت ہو۔

اس کانفرنس کی تیاری میں اقرأ انٹرنیشنل ایجوکیشنل فاؤنڈیشن نے اپنے فعال ایکزیکیٹیو ڈائرکٹر ڈاکٹر عابداللہ غازی کی قیادت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس ادارہ کے نام اور کام سے ہم پہلے سے واقف تھے۔ غازی صاحب سے نیاز مندی کا تعلق پرانا ہے۔ لیکن کانفرنس ختم ہونے کے بعد دو دن ان کے مہمان کی حیثیت سے ان کو اور ان کے ادارہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ ہم ان دونوں میں سے کسی سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے۔ غازی صاحب کی شخصیت کی کئی جہات ہیں۔ ان کے جد امجد مولانا عبداللہ انصاری دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور بانی دارالعلوم مولانا قاسم نانوتوی کے داماد تھے۔ علی گڑھ کے پہلے ناظم دینیات مقرر ہوئے اور دیوبند اور علی گڑھ کے درمیان پہلا نقطہ اتصال بنے۔ والد مولانا حامد انصاری غازی دیوبند کے فاضل، صحافی، شاعر، مصنف اور مجاہد آزادی تھے۔ شاید اسی لیے ان کو دونوں روایتوں کو نباہنے کا سلیقہ خوب آتا ہے۔ علم کی جستجو انہیں علی گڑھ سے لندن اسکول آف اکنامکس اور ہارورڈ لے گئی۔ لیکن علم و دانش کے ان تینوں مراکز میں انہوں نے الگ الگ سرچشموں سے اپنی پیاس بجھائی۔ علی گڑھ میں پولٹیکل سائنس، لندن میں اکنامکس اور ہارورڈ میں تقابل ادیان۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ سے شروع ہونے والا تدریسی خدمات کا سفر انہیں امریکہ اور سعودی عرب لے گیا اور تجربات کی ایک وسیع دنیا سے روشناس کیا۔ مولانا آزاد، ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر راجندر پرشاد جیسے اساطین کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا اور ہر طرح کے انسانوں کو برتنے کی کلید ہاتھ آئی۔ ادارے بھی بنائے اور اداروں سے وابستہ بھی رہے۔ لیکن ان کی کتاب زندگی کا سب سے روشن باب اقرأ فاؤنڈیشن کی تاسیس ہے۔ یہ ادارہ ان کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ وقف ہے جس کی تعمیر و ترقی کے لیے انہوں نے اور ڈاکٹر تسنیم غازی نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ ۱۹۸۳ء میں جو سفر شروع ہوا تھا وہ اسی جوش اور جذبہ سے اب بھی جاری ہے۔ غیر سرکاری زمرہ میں تعلیم کے میدان میں مسلمانوں کی طرف سے کی جانے والی اس وقت یہ غالباً سب سے بڑی کوشش ہے۔ کنڈرگارٹن سے بارہویں کلاس تک کے لیے دینی تعلیم کے معیاری نصاب کی تیاری جو ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابوں پر مشتمل ہے یقیناً ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس وقت اقرأ کی تیار کردہ کتابیں بیس سے زیادہ ممالک میں شامل نصاب ہیں۔ ان خدمات کے اعتراف میں ان کو کئی اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ حال میں جاری کی گئی دنیا کے ۵۰۰ سب سے زیادہ بااثر مسلمانوں کی فہرست میں بھی ان کا نام شامل ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ تعلیم کی توسیع و ترویج کے میدان میں، جو دراصل تمام ترقیوں کی کلید ہے، غازی صاحب کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہے اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔

مقالات

قرآن عظیم اور انسان کی اصل حقیقت

جناب مولانا سعید الرحمان ندوی

ہماری معلومات کی رو سے انسان کا وجود اب تک اس محیر العقول وسیع و عریض اور نہایت قدیم کائنات کی صرف اسی ایک نواحی بستی پر، پچھلے چند ہزار سال ہی سے اور ایک معروف سلسلۂ نسب ہی کے ذریعے قائم ہے۔ مگر اب جب کہ عصر حاضر میں جدید حقائق و واقعات اور علوم و معارف کی روشنی میں خود تشریع اسلامی کی اصل اور اس کے مصدر اول قرآن حکیم ہی کے ذریعے فلسفۂ تخلیق انسانی میں اعجازی طور پر مزید وسعت پیدا کی جارہی ہے اور مدلل طور پر یہ ثابت ہورہا ہے کہ اس کا وجود ہماری زمین ہی کے مانند ساتوں آسمانوں کی لاتعداد زمینوں میں بھی ہے، اور ہر جگہ اس کی تخلیق و تخریب اور ابتلا و آزمائش کا سلسلہ پورے آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ جاری و ساری ہے تو ہم اس سلسلے کے دیگر قرآنی بیانات کا از سر نو جائزہ لے کر اس جدید فلسفۂ تخلیق انسانی کے خد و خال کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے، جس کے لیے سب سے پہلے خود اس زمین کے موجودہ انسان کی حقیقت کو سمجھنا ناگزیر ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ، ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (بقرہ: ۲۸)	تم اللہ کی ناشکری کیسے کرسکتے ہو، حالانکہ تم مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کے پاس تمہیں لوٹایا بھی جائے گا۔

ناظم، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور۔

یہ ارشاد ربانی ہمارے مضمون ''قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں: زمینوں کی ایک خوفناک طبیعی حقیقت'' (معارف، اگست، ستمبر ۲۰۰۹ء)، جسے ہم آئندہ بطور اختصار اپنا تیسرا مضمون کہیں گے، میں مذکور آیت بقرہ: ۲۱ کا تسلسل کلام ہے، جہاں (یَآ یُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ) کے ذریعے نوع انسانی کو عمومی طور پر مخاطب کرتے ہوئے یہ سبق دیا گیا تھا کہ زمین پر اس سے پہلے اور بھی بہت ساری انسانی نسلوں کو بسایا جاچکا ہے، اور یہ کہ انہیں ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کرنے کے بعد اب ہمیں یہاں زندگی سے نواز کر آزمایا جارہا ہے۔ لہذا یہاں بھی عمومی طور پر ساری ہی انسانیت مخاطب ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ (تم مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا) کے ذریعے ہمیں باور کرایا جارہا ہے کہ ہم اپنی موجودہ زندگی سے قبل مردہ تھے، اور یہ کہ ایک عرصہ تک اسی حالت موت میں رہنے دینے کے بعد ہی ہمیں زندہ کیا گیا ہے۔ یادر ہے کہ (امواتٌ) '' مَیّتٌ'' بمعنی مردہ یعنی وہ ذی حیات شے جسے موت لاحق ہو چکی ہو کی جمع ہے، جو ''حَیٌّ'' بمعنی زندہ کی ضد بھی ہے۔ لہذا اس اعلان سے سیدھا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری اس سابقہ موت کا کیا مطلب ہے، اور یہ کہ اس موت سے قبل ہم کیا تھے، کیوں کہ ہم نے اپنے ایک اور مضمون ''قرآن عظیم اور کائناتی مخلوق: خارج از زمین مخلوقات کی کثرت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر'' (معارف، دسمبر ۲۰۰۸ء)، جسے آئندہ مختصر طور پر ہم اپنا دوسرا مضمون کہیں گے، میں جس طرح زمینوں کی موت کے سلسلے میں استدلال کیا گیا تھا ٹھیک اسی طرح یہاں بھی موت کا اطلاق صرف اسی شے پر درست ہوسکتا ہے جو کبھی زندہ رہی ہو۔ جس میں جان ہی نہ ہوا سے مَیّت (مردہ) نہیں بلکہ ''مَوَاتٌ'' (بے جان) کہا جاتا ہے۔ خود قرآن کریم ہماری حالیہ دنیوی زندگی کے نتیجے میں پیش آنے والی حالت موت کو بھی مَیّت ہی سے تعبیر کرتا ہے، جیسے:

ثُمَّ اِنَّکُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوۡنَ ۔(مومنون:۱۵)	پھر اس کے بعد تم مردہ ہونے والے ہو۔
وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ، بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ۔(آل عمران: ۱۶۹)	جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے کیے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، رزق دئے جاتے ہیں۔

ہمارے استدلال کو فاحیاکم (پھراس نے تمہیں زندہ کیا) بھی کافی تقویت واستحکام بخشنے والا ہے، کیوں کہ یہ لفظ '' أَمَـــا تَ ''(موت دینا) کی ضد ہونے کی بنا پر کسی بھی منطق سے ہمارے عدم سے وجود میں لائے جانے پر دلالت کرنے والا نہیں ہے۔ خود استعمال قرآنی کے مطابق ''زندہ کیے جانے'' کو ''موت دیے جانے'' کے بعد پھر سے زندگی عطا کیے جانے ہی کے لیے ہوتا ہے، مثلاً:

اَلَمْ تَـرَ اِلَـى الَّـذِيْنَ خَرَجُوْا مِــنْ دِيَـارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ، فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ، ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۔ (بقرہ: ۲۴۳)	کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، حالانکہ وہ ہزاروں میں تھے، پھر اللہ نے انہیں فرمایا کہ مرجاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا؟

اور خود زیر بحث آیت میں بھی ہمیں لاحق ہونے والی دنیوی موت (ثُـمَّ يُـمِيْتُـكُـمْ) کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے لیے (ثُـمَّ يُـحْيِيْكُـمْ) ہی کا استعمال ہو رہا ہے۔ اب رہا ہمارے عدم سے وجود میں لائے جانے کا سوال تو اس کے لیے مناسب وموزوں الفاظ '' خـلق ''، ''بدأ'' یا ''أنشأ'' ہوتے ہیں، اور جن کی بالترتیب قرآنی مثالیں حسب ذیل ہیں:

وَلَـقَـدْ جِـئْتُـمُـوْنَا فُـرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَـرَّةٍ .... ۔ (انعام: ۹۴)	تم ہمارے پاس ٹھیک اسی طرح اکیلے اکیلے آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔
...... كَـمَــا بَـدَاَ كُـمْ تَـعُـوْدُوْنَ ۔ (اعراف: ۲۹)	جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر سے پیدا ہوگے۔
قُـلْ هُـوَ الَّـذِىْ اَنْشَاَ كُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ...... ۔ (ملک: ۲۳)	کہیے کہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے لیے کان، آنکھ اور دل بھی بنائے ہیں۔

نیز یہاں ثـم یـمیتـکم (پھر وہ تمہیں موت دے گا) کے ذریعے ہماری دنیوی موت کے بعد ثـم الیــه تـرجعون (پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے) کے ذریعے قیامت میں

اٹھائے جانے سے قبل ثم یحییکم (پھر تمہیں زندہ کرے گا) کے ذریعے ہمیں ایک اور مرتبہ زندگی عطا کیے جانے کا اعلان بھی کافی معنی خیز ہے۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری آئندہ وہ زندگی کون سی ہوگی؟ واضح رہے کہ صرف (الیہ ترجعون) ہی میں قیامت کے دن زندہ ہوکر خدائے تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا مفہوم شامل ہے، جیسا کہ حسب ذیل قرآنی ارشادات سے ظاہر ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ، ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۔ (عنکبوت:۵۷)	ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تمہیں ہمارے ہی حضور میں لوٹایا جائے گا۔
هُوَ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ (یونس:۵۶)	وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، اور اسی کے پاس تمہیں لوٹایا بھی جائے گا۔
قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۔ (سجدہ:۱۱)	آپ کہہ دیجیے کہ تمہاری جان کو موت کا وہی فرشتہ قبض کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تمہیں اپنے رب کے حضور میں لوٹایا جائے گا۔

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ ان تینوں آیات میں کس طرح ہماری دنیوی موت کے بعد صرف رجوع الی اللہ ہی میں قیامت کے دن پھر سے پیدائش کا مفہوم بھی شامل رکھا گیا ہے۔ خود امام رازیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے۔ نیز (ثم یحییکم) کے بعد (الیہ ترجعون) سے پہلے (ثم) لایا گیا ہے، جو ترتیب کے ساتھ تراخی یعنی دو افعال کے درمیان زمانے کی دوری کا بھی فائدہ دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مرنے کے بعد پھر سے زندہ کیے جانے اور باری تعالیٰ کے حضور میں پیش کیے جانے کے درمیان زمانی تباعد بھی ہوتا ہے، جب کہ قیامت کے دن ان دونوں کے درمیان کسی بھی قسم کا وقفہ ثابت نہیں ہے، جیسے ہی صور پھونکا جائے گا مردے دفعتاً زندہ ہوکر اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۔(یٰس:۵۱)	صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑے چلے آئیں گے۔
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا	تو وہ صرف ایک آواز ہوگی، پھر وہ سب دفعتاً

هُمۡ جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ۔ (یٰس: ۵۳) ہمارے حضور پیش کیے جائیں گے۔

اس سے پتہ چل رہا ہے کہ ہماری اس دنیوی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے ہمیں پھر سے زندگی عطا کی جائے گی۔ مزید برآں ثم یحییکم (پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا) کے بعد اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی واجبی موت کا تذکرہ حذف کر کے سیدھے الیہ ترجعون (تمہیں اسی کے پاس لوٹایا جائے گا) لاکر یہ معنویت بھی پیدا کی جارہی ہے کہ یہاں بیان کردہ انسانی زندگی کے مدارج میں ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ نیز اس وقت یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ موجودہ شمارے میں پائے جانے والے اجمال کی خاطر خواہ تفصیل اور شرح و تفسیر اس سے متصل اگلی پانچ آیات میں نہایت مربوط طور پر کی گئی ہے، جس پر مفصل گفتگو ہم اپنے اگلے مضمون میں کریں گے۔

مگر متقدم مفسرین کی ایک کثیر جمعیت نے زیر بحث آیت کریمہ کو بنیاد بنا کر انسان کی دو اموات اور دو زندگیاں مراد لی ہیں: پہلی موت سے مراد ہماری وہ حالت نیست جس میں ہم اپنی موجودہ زندگی سے قبل تھے، اور دوسری وہ جو اس زندگی کے خاتمے پر ہمیں لاحق ہونے والی ہے۔ اسی طرح پہلی زندگی وہ جس میں ہم فی الحال ہیں اور دوسری وہ جو آخرت میں عطا کی جانے والی ہے۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں حسب ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے، جس سے انسان کی دو زندگیاں اور دو اموات ثابت ہوتی ہیں:

قَالُوۡا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثۡنَتَيۡنِ وَاَحۡيَيۡتَنَا اثۡنَتَيۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَهَلۡ اِلٰى خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۔ (مومن: ۱۱)

وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ مردہ اور دو مرتبہ زندہ کیا ہے، سو ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، پس کیا نکلنے کا کوئی راستہ بھی ہے؟

یہ قول مشرکین کا ہے، جو قیامت کے دن اپنے رب سے ان الفاظ میں التجا کریں گے کہ انہیں عمل کا ایک اور موقع دے دیا جائے۔ جب کہ اسی دن مومنین کی زبانی بھی ایک اور قول مذکور ہے، جس سے انسان کی صرف ایک موت ثابت ہوتی ہے:

اَفَمَا نَحۡنُ بِمَيِّتِيۡنَ اِلَّا مَوۡتَتَنَا پہلی مرتبہ مرچکنے کے بعد کیا اب ہم نہیں مریں

الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۔ (صافات:۵۸-۵۹) گے، اور نہ ہمیں عذاب ہی دیا جائے گا؟

لہذا اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسانی زندگیوں اور اموات کی تعیین کرنی ہے تو اس کے لیے اہل دوزخ کفار کے قول کا اعتبار کیوں کیا جائے، اور کیوں نہ ان کے مقابلے میں خود اہل جنت مومنین ہی کے قول کو ترجیح دی جائے؟ مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں اقوال میں سے کوئی بھی قول درست نہیں ہوسکتا ہے، کیوں کہ خود قرآن مجید ہی کے مطابق ہماری موجودہ زندگی سے قبل ''عہد الست'' والی ایک اور زندگی بھی شروع دن سے ثابت ہے، جب کہ رب العالمین نے اپنی ربوبیت پر بندوں سے شہادت لی تھی:

وَاِذْا اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَ هُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ ، اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ، قَالُوْا بَلٰی ، شَهِدْنَا ، اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۔ (اعراف: ۱۷۲)

جب آپ کے رب نے آدم کے بیٹوں کی پیٹھوں سے ان کی نسلوں کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر شہادت لی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، ہم شہادت دیتے ہیں۔ (ہم نے یہ شہادت اس لیے لی) تاکہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس (یعنی اللہ کی ربوبیت) سے بے خبر تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ میثاق ہم سے حالت شعور و حیات ہی میں لیا گیا تھا۔ اس زندگی کی نوعیت جیسی بھی رہی ہو اسے زندگی ہی تسلیم کیا جائے گا، ورنہ ہم پر ایفائے عہد کسی بھی طرح لازم نہیں آسکے گا۔ اس وقت یہ نکتہ بھی خوب ذہن نشین رہے کہ یہاں زندگیوں کی نوعیت نہیں بلکہ صرف ان کی تعداد زیر بحث ہے۔ نیز اسی طرح ہماری آنے والی موت کے بعد قبر کی ایک اور زندگی بھی اول دن سے ثابت ہے، جیسا کہ اہل فرعون پر عذاب قبر کے تعلق سے ارشاد باری ہے، جس پر دیگر تمام انسانوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ، اَدْخِلُوْآ اٰلَ

وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، اور جب قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا کہ) اہل فرعون

فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ ۔(مومن: ۴۶) کو اس سے بھی شدید عذاب میں داخل کرو۔

ظاہر ہے کہ انسان پر قبر والا عذاب بھی وہاں اس کی حالت حیات ہی میں لاحق ہوگا، تاکہ وہ اس کا مزہ چکھ بھی سکے۔ مردے پر عذاب کے کیا معنے رہ جائیں گے۔ اس طرح دور اول ہی سے ہماری چار زندگیاں (عہد الست، دنیا، قبر اور قیامت میں) اور تین اموات (عہد الست کے بعد، دنیا اور قبر میں) منصوص طور پر ثابت ہیں۔ اگر ہم صرف دو زندگیاں اور دو اموات مراد لیں تو اس سے مسلمہ طور پر مزید دو زندگیوں اور ایک موت کا انکار اور ان کی تعیین میں قرآن کے حقیقی مفہوم کو ترک کر کے مختلف النوع مجازی تاویلات کا ارتکاب لازم آئے گا جن سے کتب تفسیر بھری پڑی ہیں، اور جن میں سے اکثر تفسیر بالرائے ہی کی قبیل سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ نیز اس وقت یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہماری نیستی پر دلالت کرنے والی آیت وہ نہیں جو زیر بحث ہے، بلکہ وہ جو حسب ذیل ہے:

اَوَلَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ یَكُ شَیۡـًٔا ۔(مریم: ۶۷) کیا انسان کو یاد نہیں ہے کہ ہم اس سے قبل اس کی تخلیق اس حالت میں بھی کر چکے ہیں جب کہ وہ کوئی چیز ہی نہیں تھا؟

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لَمۡ یَكُ شَیۡـًٔا (وہ کوئی چیز ہی نہیں تھا) اور کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا (تم مردہ تھے) کسی بھی طرح ایک نہیں ہو سکتے ہیں۔ نیز خصوصیت کے ساتھ مذکورہ بالا آیت میں خَلَقۡنٰهُ پر مِنۡ قَبۡلُ (اس سے قبل) کا معنی خیز اضافہ بھی ملحوظ رہے، کیوں کہ ہماری موجودہ تخلیق پر دلالت کے لیے دیگر مقامات پر یہ لفظ اس اعجازی اضافے کے بغیر ہی مذکور ہوا ہے، یہاں تک کہ مٹی سے ہماری سابقہ تخلیق کے لیے بھی، جیسے:

هُوَالَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ۔(انعام: ۲) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ ۔ (طٰہٰ: ۵۵) اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ اٹھائے جانے میں کسی قسم کا شک ہے تو ہم تمہیں مٹی سے بھی پیدا

تُـرَابٍ ...... (حج : ۵) کر چکے ہیں۔

(مـن قبـل) کا استعمال اگر کہیں موزوں ہوتا ہے تو مذکورہ بالا مقامات اس کے زیادہ حق دار ہوتے۔ لہٰذا ان سارے واضح قرآنی دلائل وشواہد سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زیر بحث آیت کریمہ اپنی مراد میں بالکل مطلق ہے، اور اسے مذکورہ بالا مومن یا صافات والی آیات میں سے کسی بھی آیت کے ذریعے مقید نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ان اقوال کو زیادہ وزن نہ دیتے ہوئے انہیں کفار اور مومنین کے اپنے اپنے اجتہادات ہی پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے۔ لہٰذا اس آیت کو مطلق رکھنے کی صورت میں اس کے یہ معنے نکلتے ہیں کہ ہم اپنی موجودہ زندگی سے قبل بھی زندہ رہ کر ہی موت سے دوچار ہوئے تھے، اور اسی طرح موجودہ زندگی میں پیش آنے والی موت کے بعد بھی قیامت سے قبل ہمیں پھر سے زندگی سے نوازا جائے گا۔ مگر اس سے یہ کسی بھی طرح لازم نہیں آتا کہ ہماری اس سابقہ زندگی سے عہد الست والی اور لاحقہ زندگی سے قبر والی زندگیاں مراد ہیں، کیوں کہ اگر یہاں قبر والی ہی زندگی مراد ہوتی تو اس کے نتیجے میں قبر ہی میں لاحق ہونے والی موت بھی مذکور ہوتی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان فنائے کائنات والے پہلے صور اور حساب و کتاب کے لیے اللہ کے دربار میں حاضری والے دوسرے صور کی درمیانی مدت میں حالت موت ہی میں رہتا ہے، اور یہ کہ آخرت میں اسے از سر نو زندگی عطا کی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَنُـفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی	صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی سارے آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ	اور زمینوں میں ہیں سب کے سب بے ہوش
شَـآءَ اللّٰـهُ ، ثُمَّ نُـفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی	ہو جائیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے،
فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ـ	پھر وہ دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا تو سب ہی
(زمر: ۶۸)	یک بہ یک کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

اب ہمارے مراد لیے گئے اس مفہوم کی مزید تائید و تقویت کے لیے حسب ذیل تین الگ الگ بیانات بھی ملاحظہ ہوں:

وَهُـوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاکُمْ ، ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ	وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا، پھر موت

ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ، اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ ۔ (حج:٦٦)	دے گا، پھر زندہ کرے گا۔ بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ اور سابقہ دونوں ہی شمارات کے درمیان کس قدر تعبیری مماثلت و یک جہتی پائی جاتی ہے۔ مشترکہ طور پر دونوں مقامات پر ایک ہی تعبیر اَحۡیَـاکُـمۡ ، ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ کا بیان ہے۔ پھر اگر وہاں کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ (تم اللہ کی ناشکری کیسے کر سکتے ہو) کہا گیا تھا تو یہاں بھی ٹھیک اسی معنے میں اِنَّ الۡاِنۡسَـانَ لَـکَفُوۡرٌ (بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے) ہی کہا جارہا ہے۔ نیز موجودہ بیان میں اسم جنس پر دلالت کرنے والے لفظ (الانســـــان) سے بھی ظاہر ہے کہ ٹھیک سابقہ بیان ہی کی طرح یہاں بھی ساری ہی انسانیت مخاطب ہے، جس کے عموم میں مومن اور کافر دونوں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ یہاں انسان کو اس حقیقت سے مطلع کر کے اسے احسان فراموشی کے بجائے اپنے اندر احسان مندی اور جذبۂ شکر و امتنان پیدا کرنے پر ابھارا جارہا ہے کہ اللہ ہی نے اسے اس کی حالت موت کے بعد زندہ کیا ہے اور آنے والی موت کے بعد اسے پھر سے زندہ بھی کرے گا۔ اب غور کیا جاسکتا ہے کہ اگر ہمارا یہ پھر سے زندہ کیا جانا قیامت ہی کے دن ہو تو آخر اس زندگی پر کفار کو شکر بجالانے کی ترغیب کیوں دی جارہی ہے، جب کہ اس وقت ان کے حصے میں محرومی اور بربادی کے علاوہ کوئی بھی خیر مقدر ہی نہیں ہوتا ہے؟ نیز اسی منطق کی رو سے یہاں قبر کی زندگی بھی مراد نہیں ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس سے بھی پتہ چل رہا ہے کہ ہماری اگلی زندگی آخرت یا قبر والی نہیں ہوسکتی ہے۔ اس طرح موجودہ فقرہ (اِنَّ الۡاِنۡسَـانَ لَـکَفُوۡرٌ) موجودہ اور سابقہ دونوں ہی بیانات میں (ثُـمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ) کی حقیقی مراد پر نئی روشنی ڈالتے ہوئے اس کی تفسیر کرنے والا ہے۔ نیز آگے ہم موجودہ بیان پر اس کے متصل سیاق و سباق کی آیات سے بھی روشنی ڈالیں گے، جس سے ہماری موجودہ مراد اور زیادہ مضبوط ہوجائے گی۔

وَاَنَّـهٗ هُـوَ اَمَـاتَ وَاَحۡیَـا ، وَاَنَّـهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الـذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ، مِـنۡ نُّطۡـفَـةٍ اِذَا تُمۡنٰی ، وَاَنَّ عَلَیۡهِ	کیا اسے موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں مذکور یہ بات نہیں پہنچی کہ اسی نے موت دی پھر زندہ کیا؟ اور یہ کہ اسی نے نطفے سے نر اور مادے کا

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ۔	جوڑا پیدا کیا ہے جب کہ وہ ڈالا جائے؟ اور
(نجم: ۴۴ - ۴۷)	یہ کہ دوسری پیدائشیں بھی اسی کے ذمہ ہیں؟

ان آیات میں طرز تعبیر سے ایک اور مرتبہ ظاہر ہے کہ جس طرح شمارہ نمبر ایک میں خطاب بصیغۂ مخاطب ساری انسانیت سے تھا ٹھیک اسی طرح یہاں بھی اسی عموم کو ملحوظ رکھتے ہوئے نوع انسانی کے پورے فلسفۂ خلق وفنا کو اعجازی طور پر بصیغۂ غائب سمیٹا جارہا ہے، اور وہاں وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ (حالانکہ تم مردہ تھے پھر اس نے تمھیں زندہ کیا) سے حقیقتاً کیا مراد ہے اس کی شرح وتفسیر یہاں وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَأَحْيَا (اسی نے موت دی پھر زندہ کیا) کے ذریعے کی جارہی ہے ۔ لہذا میت وہ ٹھہرا جسے موت حالت حیات میں لاحق ہوئی ہو ۔ اسی طرح ''امات'' (موت دی) اور ''احیا'' (زندگی دی) جن کے آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہونے پر جو استدلال ہم نے وہاں کیا تھا خود موجودہ فقرہ اس پر منصوص قرآنی شہادت پیش کرنے والا ہے ۔ چنانچہ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ہماری وہ سابقہ مردہ حالت نیستی کی نہیں تھی بلکہ ہم اس سے قبل بھی زندہ رہنے کے بعد ہی موت سے دوچار ہوئے تھے ۔

نیز (الاخری) ''آخر'' کی مونث ہے، اور یہاں (النشاۃ) کی صفت واقع ہورہی ہے ۔ اس کا استعمال دو اشیاء میں ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے ''احدٰی'' کے مقابل میں ''دوسرے'' کے معنے میں ہوتا ہے ۔ اب جب کہ ان ہی آیات کے ذریعے ہماری موجودہ زندگی سے قبل ایک اور زندگی ثابت ہورہی ہے تو ہماری اگلی زندگی کو ''دوسری زندگی'' کہنا درست نہیں ہوسکتا ہے ۔ ہمارے اس استدلال کو حسب ذیل آیات سے بھی تقویت حاصل ہورہی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ...... ۔ (انعام: ۹۸)	وہی ہے جس نے تمھیں ایک شخص سے پیدا کیا ہے ۔
هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ...... ۔ (نجم: ۳۲)	وہ تمھیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا تھا، اور اس وقت بھی جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں جنین کی حالت میں تھے ۔

اول الذکر آیت میں حضرت آدمؑ کے توسط سے ہماری اولین تخلیق کا تذکرہ ہے، جسے

(اَ نْشَاَ کُمْ) کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ آخرالذکر آیت میں ماضی ہی میں ہماری ایک اور پیدائش زمین سے کیے جانے کا ذکر ہے۔ انسان کی زمین سے تخلیق کی کیفیت پر مفصل گفتگو اسی مضمون میں آگے آ رہی ہے۔ فی الحال ہم آیت کے الفاظ کے ظاہر سے حاصل ہونے والے حقیقی مفہوم ہی پر اکتفا کریں گے۔ اس تخلیق کے لیے بھی ایک اور مرتبہ (اَ نْشَاَ کُمْ) ہی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح ان آیات کی رو سے سابق ہی میں ہماری دو مزید پیدائشیں بھی ثابت ہو رہی ہیں۔ لہٰذا ان آیات کی روشنی میں بھی ہماری اگلی زندگی کو ''دوسری زندگی'' نہیں کہا جاسکتا ہے، کیوں کہ زندگیاں صرف دو ہونے کی صورت میں کسی کو ''پہلی'' اور کسی کو ''دوسری'' کہا جا سکے گا۔ نیز آخرت والی زندگی کے لیے (اَ لنَّشَاَ ۃُ) کا استعمال بھی موزوں نہیں ہوسکتا ہے، کیوں کہ اس کے معنے عدم سے وجود میں آنے کے ہوتے ہیں۔ جب کہ شمارہ نمبر ایک میں مذکور آیت یٰسین: ۵۱ وَنُـفِـخَ فِـی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ (صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑے چلے آئیں گے) کے مطابق قیامت کے دن ہمیں اپنی قبروں سے نکالا جائے گا۔

ان سارے وجوہ و نظائر کی بنیاد پر اب ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یہاں (النشاۃ) کا استعمال بطور اسم جنس ہی ہوا ہے۔ اس طرح (النشاۃ الاخری) کے معنے ہماری موجودہ پیدائش کے بعد والی ''دوسری پیدائشیں'' ہوئیں۔ لہٰذا غور کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ شمارہ سابقہ شمارہ نمبر ایک کی کس قدر شرح و تفسیر کرنے والا ہے۔ پہلے وہاں (وکنتم امواتًا) (تم مردہ تھے) سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت یہاں وانہ ھو امات (اسی نے موت دی) سے کی گئی، پھر وہاں ثم یحییکم (وہ تمہیں پھر زندہ کرے گا) کی تشریح یہاں وان علیہ النشاۃ الاخری (اور دوسری پیدائشیں بھی اسی کے ذمہ ہیں) کے ذریعے کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اب ایک اور مرتبہ لازم آتا ہے کہ ہم اپنی موجودہ زندگی سے قبل بھی زندہ رہنے کے بعد ہی موت کا شکار ہوئے تھے، اور ہماری آنے والی موت کے بعد بھی قیامت سے قبل از سر نو زندگی سے نوازا جائے گا۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ، وَنَبْلُوْکُمْ	ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر ہم
بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً ، وَ اِلَیْنَا	تمہیں شر سے بھی اور خیر سے بھی خوب آزمائیں

تُرْجَعُوْنَ ۔ (انبیاء: ۳۵) گے، پھر تمہیں ہمارے ہی حضور میں لوٹایا بھی جائے گا۔

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ آیت کریمہ شمارہ نمبر ایک سے لفظی اور معنوی دونوں ہی اعتبارات سے کس قدر میل کھانے والی اور وہاں پائے جانے والے ابہام کی کتنی صفائی کے ساتھ توضیح وتشریح بھی کرنے والی ہے۔ چنانچہ وہاں انسانی زندگی کے مستقبل سے تعلق رکھنے والے جن تین مدارج کو (ثـم) کے ذریعے ترتیب وار بیان کیا گیا تھا یہاں انہیں اسی معنے میں (وَ) عاطفہ کے ذریعے اسی ترتیب سے گنایا جارہا ہے۔ ملحوظ رہے کہ آخرالذکر حرف اول الذکر ہی کے مانند معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب کے ساتھ کبھی تراخی کا بھی فائدہ دیتا ہے۔

لہذا اگر وہاں ہماری آنے والی موت کے لیے ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ (پھر وہ تمہیں موت دے گا) کہا گیا تھا تو یہاں ٹھیک یہی سبق كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے) کے ذریعے دیا جارہا ہے۔ نیز اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری کے لیے اگر وہاں ثُمَّ اِلَيْـهِ تُـرْجَـعُوْنَ (پھر تمہیں اسی کے پاس لوٹایا جائے گا) کہا گیا تھا تو یہاں یہی حقیقت وَ اِلَيْـنَا تُرْجَـعُوْنَ (پھر تمہیں ہمارے ہی حضور میں لوٹایا جائے گا) کے ذریعے بیان کی جارہی ہے۔ مگر ان دونوں دنیوی واخروی منازل کے درمیان اگر وہاں ثُـمَّ يُـحْيِيْـكُـمْ (پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا) کہا گیا تھا تو اسے یہاں نہایت معنی خیز طور پر تبدیل کرتے ہوئے وَنَبْـلُوْكُمْ بِالـشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَـةً (پھر ہم تمہیں شر سے بھی اور خیر سے بھی خوب آزمائیں گے) کہا جارہا ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ تعبیر سابقہ فقرے میں پائے جانے والے اجمال کی تفصیل ہی کی خاطر قصداً لائی گئی ہے۔ ملحوظ رہے کہ (فتنة) ''آزمائش'' کے معنے میں مصدر ہے، اور ''بـلاء'' کا مترادف بھی۔ اسی لیے یہاں (نبـلـو کـم) کی تاکید کے لیے آخرالذکر کے بجائے اس کا خلاف قاعدہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے اس کے معنے ''خوب آزمانا'' ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ یہ اعجازی فقرہ واضح طور پر خبر دے رہا ہے کہ ہمیں اپنی آنے والی موت کے بعد اور حساب وکتاب کے لیے دربار الٰہی میں حاضری سے قبل ابھی خیر وشر پر مشتمل انواع واقسام کی بہت ساری آزمائشوں سے گزرنا باقی بھی ہے! اسی طرح اگر موجودہ فقرہ

(وَنَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً) بالترتیب (ثم یحییکم)، (ان الانسان لکفور) اور (النشاۃ الاخری) پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے ان کی توضیح وتشریح کرنے والا ہے تو خود یہاں واو عاطفہ کا استعمال ترتیب وتراخی کے معنے میں کیے جانے کا پتہ چلتا ہے۔

ان تمہیدی مباحث کے بعد اب ہم بات کو اور آگے بڑھاتے ہوئے تخلیق انسانی کے اس ابھرتے ہوئے جدید فلسفے کے مختلف پہلوؤں کو ترتیب وار اور قدرے تفصیل سے نمایاں کرنے کی کوشش کریں گے۔ موجودہ انسان کی سابقہ مردہ حالت (وکنتم امواتًا) اور (وانہ ھو امات) کا مزید کیا مطلب ہوسکتا ہے، اور یہ کہ اس سے پہلے وہ کیا تھا اس پر کتاب ہدایت اس طرح روشنی ڈالتی ہے:

مَآ اٰمَنَتۡ قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا ،	ان سے قبل جس بستی کو بھی ہم نے ہلاک کیا
اَفَهُمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۔	تھا وہ (پھر) ایمان نہیں لے آئی، سو یہ کہاں
(انبیاء:۶)	سے لے آئیں گے؟

اس سورت کی پہلی آیت کے فقرے (اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ) سے ظاہر ہے کہ تسلسل کے ساتھ ان ساری آیات میں کلام ساری انسانیت کے سیاق ہی میں ہو رہا ہے۔ لہذا یہاں کفار و منکرین کے موجودہ گروہ کی تشبیہ ان ہی جیسے دیگر گروہوں سے دی جارہی ہے کہ جس طرح وہ ایمان نہیں لے آئے تھے اسی طرح یہ بھی اس انمول دولت سے محروم ہی رہیں گے۔ یاد رہے کہ ہمارے دوسرے مضمون میں مذکور آیات انبیاء: ۱۱-۱۷ کے مطابق (قریۃ) کا استعمال اگر کائناتی تناظر میں کیا جائے تو اس سے مراد کائنات کی ہر کوئی زمین ہوسکتی ہے۔ جب کہ موجودہ آیت کا تعلق بھی خود انہیں آیات کے سیاق سے ہے، اور یہ ساری ہی آیات بلکہ جیسا کہ اگلے صفحات سے ظاہر ہوگا اس سورۂ انبیاء کے پہلے دو رکوعوں کی ہر آیت دوسری آیت سے ایک نہایت گہرے فلسفے کے تحت جڑی ہوئی ہے۔ لہذا یہاں عمومی طور پر کائنات کی ہلاک شدہ زمینوں میں سے ہر کوئی زمین مراد ہوسکتی ہے۔

پھر یہاں مشبہ بہ ان زمینوں کے منکرین ومعاندین کی دو خصوصیات کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ انہیں ہلاک کیا گیا تھا، اور دوسرا یہ کہ وہ ایمان لے آنے والے نہیں تھے۔ یہ مفہوم بھی نکل رہا

ہے کہ ان منکرین کی ہلاکت پہلے ہوئی تھی ، اور وہ ایمان بعد میں نہیں لے آئے تھے ۔ اس کا نہایت واضح مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں امور کا تعلق ان کی دو الگ الگ زندگیوں سے ہے ۔ پھر ہمارے موجودہ منکرین کی تشبیہ ان منکرین سے دے کر یہ پیشین گوئی کی جارہی ہے کہ یہ بھی ایمان لے آنے والے نہیں ہیں ۔ جب ایک چیز کی تشبیہ دوسری چیز سے دی جاتی ہے تو وہ ان دونوں کے درمیان کسی مشترکہ وصف اور مماثلت کی بنیاد ہی پر ہوتی ہے ، جسے وجہ تشبیہ کہا جاتا ہے اور وہ ''ہلاکت'' ہی ہوسکتی ہے ۔ اس تشبیہ کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ''فلاں طبیب نے جس کسی کو بھی دوا کھلائی تھی وہ شفایاب نہ ہوسکا تو زید کیسے ہوسکتا ہے؟'' تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ طبیب نے زید کو بھی دوا کھلائی ہو ، ورنہ یہ تعبیر ہی بے معنی ہوجائے گی ۔ مزید برآں کتاب الٰہی ٹھیک اسی حقیقت کا اظہار ایک دیگر اسلوب میں کرتے ہوئے موجودہ آیت کی شرح و تفسیر اس طرح کرتی ہے:

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ	یقیناً ہم نے تمہارے اطراف واکناف کی
الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ	بستیوں کو ہلاک کردیا ہے، پھر نشانیوں کو بکثرت
يَرْجِعُوْنَ ۔ (احقاف: ۲۷)	تبدیل کرکے بھی لایا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔

اس آیت کریمہ کو ہم نے اپنے تیسرے مضمون میں ہمارے اطراف واکناف کی زمینوں کو ہلاک کردیے جانے کے معنے میں بیان کرچکے ہیں ۔ یہاں (وَ) عاطفہ، جس کے ذریعے (صرّفنا) کا عطف (اھلکنا) پر کیا گیا ہے، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ''ثـــــم'' ہی کے مانند ترتیب کے ساتھ کبھی تراخی کا فائدہ بھی دیتا ہے ۔ اب ظاہر ہے کہ پچھلے شمارے کی روشنی میں یہاں ترجیح اسی دوسرے استعمال کو حاصل ہوگی ۔ چنانچہ نہایت واضح الفاظ میں اعلان کیا جارہا ہے کہ ہمارے گردوپیش کے بستی والوں کو ان کی بستیوں سمیت ہلاک و برباد کردینے کے بعد بھی انہیں دعوت حق بار بار پیش کی جاچکی ہے، اور خدائی نشانیوں کو ان کے پاس بدل بدل کر بھیجا بھی جاچکا ہے ۔

غور کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ شمارے کا ہر لفظ پچھلے شمارے پر کس قدر صحت و صداقت کے ساتھ منطبق ہوکر وہاں کی حقیقی مراد کی توضیح وتشریح کررہا ہے ۔ اگر وہاں موجودہ منکرین کی

تشبیہ خارجی زمینوں کے منکرین سے دی گئی تھی تو یہاں بھی ہمارے گردونواح کی زمینوں میں بسے منکرین ہی موضوع بحث ہیں۔ پھر جس طرح وہاں خدائی عذاب کے ذریعے ان کی ہلاکت کی خبر دی گئی تھی ٹھیک اسی طرح یہاں بھی اسی کا بیان ہورہا ہے۔ اور پھر ان کی ہلاکت کے بعد انہیں اگر وہاں کبھی ایمان کی دولت نصیب نہ ہوئی تو یہاں ان کی صلاحیت ایمان کے اس فقدان کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے خدائی نشانیوں کو انہیں اس امید میں بدل بدل کر بیان کرنے کا ذکر ہورہا ہے کہ شاید وہ اپنے کفر وانکار سے کبھی باز آجائیں۔ نیز یہاں واو عاطفہ کی صحیح تعیین بھی ہوئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں شمارات حقیقت میں باہم ایک دوسرے کی شرح وتفسیر کرنے والے اور ایک دوسرے کے ظاہری ابہام کی توضیح کرنے والے ہیں۔

لہذا اب جب کہ موجودہ منکرین کی سابقہ زندگی ثابت ہورہی ہے تو ٹھیک اسی منطق کی رو سے مومنین کا گزشتہ وجود بھی لازم آجاتا ہے۔ مگر یہاں صرف منکرین کے ذکر پر اس لیے اکتفا کیا گیا ہے کہ حقیقتاً آزمائش صرف انہیں کی مقصود ہوتی ہے اور یہ کہ عذاب الٰہی بھی اسی طبقے ہی کے لیے مخصوص ہوتا ہے، جب کہ مومنین اس سے ہر وقت بچالیے جاتے ہیں۔ چنانچہ ان آیات کا نہایت واضح اور صریح ترین مطلب یہ ہوا کہ ہماری سابقہ مردہ حالت وہ تھی جو اس سے قبل ابتلاء و آزمائش سے بھرپور ایک دوسری زندگی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی تھی!!! اب ایک بستی والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی دوبارہ پیدائش وآزمائش کے لیے کیا طریقۂ کار اپنایا جاتا ہے اس کے لیے مندرجہ ذیل آٹھ ارشادات بھی ملاحظہ ہوں:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۔ (انبیاء: ۹۵)	جس بستی کو بھی ہم ہلاک کردیتے ہیں ان کے لیے حرام ہے کہ وہ نہ لوٹیں۔

یہاں (قریۃ) کا استعمال شمارہ نمبر ۵ ہی کی طرح ایک اور مرتبہ بطور اسم نکرہ کیا گیا ہے، جس سے مراد کائنات کی ہر کوئی زمین بھی ہوسکتی ہے۔ لہذا جس طرح پچھلے مسلسل دو شمارات کے ذریعے منکرین کے کسی بھی صورت میں عدم صلاحیت ایمان کا تذکرہ کائنات کی ہر کسی زمین کے پس منظر میں کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ یہاں بھی کلام ٹھیک اسی تناظر میں ان کی ہلاکت اور دوبارہ واپسی ہی پر ہورہا ہے۔ ملحوظ رہے کہ اگر شمارہ ۵ کا تعلق اسی سورۂ انبیاء کے ابتدائی حصے سے تھا تو

خود موجودہ شمارہ بھی اس کے آخری حصے سے متعلق ہے، جس سے ان دونوں شمارات کی آپسی مناسبت اور باہم ایک دوسرے کے مؤید و مددگار ہونے پر بھی خاطر خواہ روشنی پڑتی ہے۔

چنانچہ یہاں صریح طور پر یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ کائنات کی کسی بھی زمین کے باشندے جنہیں سابق میں ہلاک کردیا گیا ہو ان کے لیے حرام ہے کہ وہ نہ لوٹیں۔ اب اگر ان کا نہ لوٹنا حرام ہو تو منطقی طور پر ان کا لوٹنا واجب ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں قرآن حکیم ان کے اس لوٹنے کی حقیقت و نوعیت اور مقام رجوع کی واضح الفاظ میں تصریح نہ کرتے ہوئے بظاہر اس سے سکوت اختیار کیے ہوئے نظر آرہا ہے۔ البتہ تعبیر کی بلاغت سے ظاہر ہے کہ یہاں ان ہلاک شدہ اہل بستی کا ''رجوع'' ان کی سابقہ ''موت و ہلاکت'' کے مقابل ہی میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ''رجوع'' کا سیدھا سادھا مطلب ''حیات'' ہی ٹھہرتا ہے۔ یعنی جب کسی زمین والوں کو ہلاک کردیا جاتا ہے تو ان کا پھر سے زندہ ہو کر لوٹنا واجب ہو جاتا ہے۔ اب ہم ان کے لوٹنے کی جگہ کو اسی کائنات پر محمول کریں گے، کیوں کہ جب وہ اسی کائنات میں زندگی بسر کرنے کے بعد یہاں سے ہلاک ہو کر گئے ہیں اور ان کا مقام رجوع معنی خیز طور پر مجہول رکھا گیا ہے تو اسے وہ جہاں سے گئے ہیں اسی پر محمول کرنا افضل اور قرین عقل ہوگا۔ یعنی کائنات کی کسی بھی زمین والے جنہیں ہلاک کردیا گیا ہو ان کی کائنات ہی میں پھر سے واپسی اور ازسرنو پیدائش و آزمائش واجبی طور پر ہوگی۔ خود امام رازیؒ کے نزدیک بھی یہ احتمال ضرور موجود ہے کہ ان کی دوبارہ واپسی دنیا ہی میں ہوسکتی ہے۔ مگر انہوں نے یہ تمہید باندھنے کے بعد کہ ہماری معلومات کی رو سے انسان موت کے بعد اس دنیا میں نہیں لوٹتا ہے اس آیت کی حقیقی مراد کی تعیین میں انواع و اقسام کی تاویلات کا سہارا لیا ہے۔ چنانچہ اس سے ظاہر ہے کہ پچھلے دونوں شمارات کے فہم میں جو کچھ بھی ظاہری اشکال و ابہام ہوسکتا تھا اسے موجودہ شمارے کے ذریعے پوری طرح سے دور کیا جارہا ہے، اور یہ واضح کیا جارہا ہے کہ وہاں بیان کردہ ہلاک کیے گئے لوگوں کا پھر سے ایمان نہ لے آنا اور ان کی جانب سے انہیں بکثرت عطا کی گئی خدائی نشانیوں سے مسلسل اعراض کرنا ان کے کائنات میں دوبارہ لوٹنے یعنی ازسرنو زندگی عطا کیے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اب ان کے کائنات میں دوبارہ لوٹنے کی کیفیت کیا ہوگی اسے اس طرح بیان کیا جارہا ہے:

اَوَلَمْ یَـرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّـنَ الْقَرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ـ (یٰسٓ: ۳۱)	کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے ان سے قبل کتنی ہی نسلوں کو ہلاک کر دیا ہے، جو خود اپنی ہی جانب لوٹ کر نہیں آتی ہیں؟

اس آیت کریمہ کو ہم اپنے دوسرے مضمون میں بھی بیان کر چکے ہیں ۔ جیسا کہ وہاں عرض کیا جا چکا اس آیت میں کلام ہماری موجودہ زمین کی سابقہ ہلاک شدہ انسانی نسلوں کے ضمن ہی میں ہورہا ہے ۔ غور کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ آیت کریمہ اور پچھلی آیت کے درمیان لفظی اور معنوی دونوں ہی اعتبارات سے کس قدر اتحاد و اشتراک پایا جاتا ہے ۔ اگر لفظی طور پر دونوں جگہ ''ہلاکت'' اور ''رجوع'' مشترک ہیں تو معنوی طور پر ''قریۃ'' اور ''قرن'' میں بھی اسی طرح کا اتحاد پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ یہاں ان سابقہ نسلوں کا ایک وصف یہ بھی بیان ہورہا ہے کہ جب انہیں ایک مرتبہ ہلاک کر کے یہاں سے ختم کر دیا جاتا ہے تو پھر ان کی واپسی دوبارہ اپنی ہی جانب یعنی خود اپنی زمین کی طرف نہیں ہوتی ہے ۔ لہذا جب ان ہلاک شدہ نسلوں کا لوٹنا واجب ہے، اور وہ خود اپنی زمین کی طرف نہیں ہوتا ہے، تو اس کا صریح مطلب یہی ہوا کہ وہ کائنات کی کسی اور ہی زمین کی جانب ہوتا ہے ۔ اس حقیقت کا تعلق صرف ہماری موجودہ ایک ہی زمین سے نہیں بلکہ کائنات کی ہر کسی زمین سے بھی ہے کہ وہاں بھی بسا کر ہلاک کی گئی ہر نسل انسانی اپنی اگلی زندگی کے لیے کسی دوسری زمین ہی کا رخ کرتی ہے، کیوں کہ پچھلا شمارہ اپنی دلالت میں عام ہے ۔
چنانچہ حسب ذیل آیات میں ٹھیک اسی امکان و احتمال کا بیان ہورہا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ، وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ، اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ، وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ـ (فاطر: ۱۵-۱۷)	اے لوگو! اللہ کے محتاج تو تم ہو، جب کہ اللہ ہی بے نیاز اور ستودہ صفات ہے ۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے گا اور ایک نئی مخلوق کو لے آئے گا ۔ اور وہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ۔

یٰاَ یُّھَا النَّاسُ (اے لوگو) سے ظاہر ہے کہ یہاں خطاب عمومی نوعیت کا ہے، جس سے اس زمین کی کل نوع انسانی مخاطب ہے ۔ نیز لغوی طور پر '' أذھب '' کے معنے ''لے جانے'' اور ''أتی بہ '' کے معنے ''لے آنے'' کے ہوتے ہیں، اور یہ دونوں افعال ایک

دوسرے کی ضد بھی ہیں۔ چنانچہ یہاں حقیقی تعبیر کے ذریعے اور منصوص طور پر اس امکان کا اظہار کیا جارہا ہے کہ موجودہ ساری نسل انسانی کو یہاں سے کہیں اور لے جا کر اور خود یہاں ہماری جگہ کسی اور کو لا کر بسایا بھی جاسکتا ہے، جو اس زمین کے لیے ایک بالکل ہی نئی مخلوق ہوگی۔ اب ظاہر بات ہے کہ جب ہمیں یہاں سے کہیں اور لے جایا جاسکتا ہے تو وہ ہمیں یہاں سے ختم کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ اور اس امکان کے معاً بعد دوسروں کو یہاں لے آنے کے بیان سے ظاہر ہورہا ہے کہ انہیں بھی کہیں اور سے ختم کر کے یہاں ایک نئی مخلوق کی شکل میں خلعت وجود سے نوازا جائے گا۔ یہ اعلان تو صرف احتمال ظاہر کرنے والا ہے۔ مگر باری تعالیٰ کی جانب سے کسی امکان و احتمال کے بیان میں بھی اسباق و بصائر موج زن ہوتے ہیں۔ حقیقتاً قرآن مجید کے علمی اعجاز کا ایک معتد بہ حصہ اسی طرح کے احتمالات اور اشارات و کنایات میں مضمر ہے، جنہیں دیگر مقامات پر تعبیر کی اعجازی تبدیلی کے ذریعے حقیقت و واقعیت کا روپ دے دیا جاتا ہے۔۔ مثال کے طور پر موجودہ احتمال ہی کو ہمارے تیسرے مضمون میں مذکور آیت حدید: ۱۷ کی روشنی میں بھی سمجھا جاسکتا ہے، جہاں نہ صرف ہماری موجودہ ایک زمین کو بلکہ کائنات کی دیگر ساری ہی زمینوں کو بھی ان کی اپنی اپنی آئندہ اموات کے بعد پھر سے زندہ کیے جانے کا نہایت واضح اور منصوص اعلان کیا جاچکا ہے۔ جب ساری زمینوں کو یقینی طور پر زندہ کیا جانے والا ہے تو ظاہر ہے کہ ان میں نئی مخلوقات کو بسایا جانا بھی ناگزیر ہی ٹھہرتا ہے، جس سے موجودہ احتمال بحسن وخوبی حقیقت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ مزید برآں اس عمل کی جانب اشارے کے لیے بعید کے صیغے کے ساتھ (وما ذلك) بھی کافی معنی خیز ہے۔ منطقی اعتبار سے اس موقع کے لیے قریب پر دلالت کرنے والے صیغے "هـــذا" کا استعمال قرین قیاس تھا۔ لہذا نظم کلام سے اس ظاہری انحراف کے ذریعے یہ لطیف اشارہ مقصود ہوسکتا ہے کہ یہ عمل صرف ہمارے ہی لیے مخصوص کوئی نئی اور انوکھی نوعیت کا نہیں ہوگا، بلکہ اس کا وقوع بہت ہی قدیم دور سے چلا آرہا ہے۔

اب ملاحظہ ہو کہ مسلسل پچھلے چار شمارات میں صرف کفار کی دوبارہ پیدائش اور انہیں ایمان و ایقان کی از سر نو مہلت کا بیان تھا۔ مگر موجودہ شمارے میں ٹھیک اسی امکان کا اظہار عمومی طور پر ساری ہی نوع انسانی کے تعلق سے بھی کیا جارہا ہے، جس سے اس ضمن میں شمارہ ۶ کے تحت

مراد لیا گیا ہمارا مفہوم مزید تقویت حاصل کر جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم ٹھیک اسی امکان کا ذکر ایک اور جگہ اس طرح کرنے والا ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ، وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ، اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ، وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا۔ (نساء: ۱۳۲-۱۳۳)	آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے وہ اللہ ہی کا ہے، اور کارساز ہونے کے اعتبار سے اللہ ہی کافی ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے گا اور دوسروں کو لے آئے گا۔ اور اللہ اس پر (پہلے بھی) قادر تھا۔

یہاں (مَا) اسم موصول ہے، جس کا استعمال غیر ذوی العقول ہی کی طرح ذوی العقول کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اس پر ایک قرآنی استشہاد ہم نے اپنے دوسرے مضمون میں آیت کافرون: ۳ سے بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ سابقہ اعلان ہی کی طرح ایک اور مرتبہ یہاں بھی ٹھیک اسی امکان کو ظاہر کیا جارہا ہے کہ ہمیں یہاں سے ختم کر کے کہیں اور لے جا کر اور دوسروں کو کہیں اور سے ختم کر کے یہاں ہماری جگہ لا کر ایک نئی مخلوق کے طور پر بسایا جاسکتا ہے۔ پھر سابقہ اعلان میں ہمیں لے جانے اور دوسروں کو لے آنے والی جگہوں کو جو محذوف کر دیا گیا تھا اب نہایت بلیغ طور پر وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے وہ اللہ ہی کا ہے) کے ذریعے اشارہ کیا جارہا ہے کہ یہ مقامات دیگر آسمانی زمینیں ہی ہیں۔ یعنی ہمیں یہاں سے ختم کر کے کسی دوسری زمین پر اور اسی طرح کسی دوسری زمین والوں کو وہاں سے ختم کر کے خود ہماری زمین پر از سر نو خلعت وجود سے نوازا جاسکتا ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ پچھلے شمارے میں جو سبق (ذلك) کے ذریعے دیا گیا تھا ٹھیک وہی سبق یہاں (وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا) کے ذریعے دیا جارہا ہے۔ اور بصیغۂ ماضی (کان) سے یہ حقیقت مزید دوبالا ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس فقرے کے ذریعے سبق دیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ یہ عمل زمانۂ قدیم ہی سے کرتا آرہا ہے۔ حسب ذیل آیات میں ٹھیک اسی حقیقت کو ایک دیگر اسلوب میں بیان کرتے ہوئے موجودہ اور سابقہ دونوں شمارات کی بھی شرح و تفسیر اس طرح کی جارہی ہے:

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا	ہم ہی نے تمہارے درمیان موت مقدر

نَحْنُ بِمَسْبُوْ قِيْنَ ، عَلٰی اَنْ نُبَدِّ لَ	کر دی ہے، اور ہم عاجز نہیں ہیں کہ تم جیسوں
اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا	کے بدل (یہاں) لے آئیں اور تمہیں وہاں
تَعْلَمُوْنَ ، وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَۃَ	پیدا کر دیں جس کا تمہیں علم ہی نہیں ۔ تمہیں
الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ ۔	پہلی پیدائشوں کا علم اصل ہو چکا ہے تو تمہیں
(واقعہ: ۶۰-۶۲)	یاد کیوں نہیں آتا ہے؟

ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمیں اس زمین سے ختم کر کے کہیں اور لیجا کر بسائے جانے اور دوسروں کو کہیں اور سے ختم کر کے یہاں لے آ کر وجود عطا کیے جانے کا سبق دینے والے مسلسل پچھلے دو شمارات میں واقع ہونے والی تعبیرات (یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ) اور (یُذْھِبْکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ) اور موجودہ شمارے کی تعبیر (اَنْ نُبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ) آپس میں کس قدر مشابہ ومماثل ہیں ۔ چنانچہ وہاں (وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ (ایک نئی مخلوق کو لے آئے گا) اور وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ (دوسروں کو لے آئے گا) پر یہاں اَنْ نُبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ (تم جیسوں کے بدل یہاں لے آئیں) اور یذھبکم (تمہیں لے جائے گا) پر نُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (تمہیں وہاں پیدا کر دیں جس کا تمہیں علم نہیں) کلی طور پر منطبق ہو رہے ہیں ۔ لہذا وہاں (یذھبکم) کے ذریعے زمین سے لے جانے کی جو بات کہی گئی تھی یہاں اس کی تفسیر (نُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ) کے ذریعے کرتے ہوئے اسے پوری طرح صاف کر دیا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہمیں کسی نامعلوم زمین پر لے جا کر وہاں از سر نو زندگی عطا کیا جانا ہے ۔ مگر یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ہماری وہ پیدائش قیامت کے دن والی ہوگی، کیوں کہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ''انشاءٌ'' کا مطلب ہی عدم سے وجود میں لے آنا ہے، جو ہماری اخروی زندگی کے لیے کسی بھی طرح موزوں نہیں ہو سکتا ہے ۔ نیز جیسا کہ ہمارے ایک اور مضمون ''قرآن عظیم اور کائناتی زمینیں'' (معارف، جون، جولائی ۲۰۰۸ء)، جسے ہم آئندہ بطور اختصار اپنا پہلا مضمون کہیں گے میں اعراف: ۱۸۷، اور زمر: ۶۸ کے تحت گزر چکا اس دن سارے ہی آسمانوں اور زمینوں اور ان میں موجود کل مخلوقات کو ختم کر دیا جاتا ہے، جب کہ موجودہ شمارے میں ہمارے بعد بھی یہاں کسی اور مخلوق کو لے آ کر بسائے جانے کا اعلان کیا

جارہا ہے۔ اب اگلا بیان ملاحظہ ہو، جو ان احتمالات کو بالجزم حقیقت کا روپ دینے والا ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ ، وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۔ (دہر: ۲۸)	ہم ہی نے انہیں پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں، اور یقیناً ہم جب چاہیں ان کے بدلے ان جیسوں کو بکثرت بدل بدل کر لے آئیں گے۔

اس آیت پر تفصیلی گفتگو زمینوں کی کثرت اموات وحیات کے ضمن میں اپنے تیسرے مضمون میں ہو چکی ہے، اور وہاں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس زمین پر یقینی طور پر ہمارے بعد بھی بہت ساری نسلوں کو یکے بعد دیگرے بسایا جانے والا ہے، کیوں کہ یہاں (اذا) حرف شرط ہے، جس کا استعمال کسی یقینی اور معلوم الوقوع امر ہی کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ پچھلے تین شمارات میں بیان کیے گئے اور ہمیں یہاں سے کہیں اور دونوں احتمالات میں سے پہلے احتمال کو یہاں یقینی طور پر اور بالجزم بیان کیا جارہا ہے۔ اب اگر ان میں سے پہلا احتمال حقیقت واقعہ ٹھہر جاتا ہے تو دوسرا احتمال بھی، جس پر پہلے امکان کا انحصار ہوتا ہے، خود بخود قطعیت حاصل کر جاتا ہے۔

نیز مسلسل دو شمارات سے اس زمین پر ہمارے بعد بھی بسائے جانے والی مخلوقات کی تعبیرات (امثا لکم) (تم جیسے) اور (امثا لھم) (ان جیسے) خود اپنے پچھلے دو شمارات میں مذکور (خلق جدید) (نئی مخلوق) اور (اٰخرین) (دوسرے) کی بخوبی توضیح کرنے والی ہیں۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مخلوقات بھی ہم انسانوں جیسی یعنی خود ہم انسانوں ہی کی ہوتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ وہ نئی مخلوقات بھی کائنات کی دیگر زمینوں سے ختم کر کے یہاں لاکر بسائی جائیں گی۔ اور خود ہمارا وجود بھی پہلے کائنات کی کسی زمین میں تھا، اب یہاں ہے، اور آگے کہیں اور ہونے والا ہے۔ اور ہمارے تیسرے مضمون میں مذکور آیات حجر: ۲۱-۲۵ کے تحت بھی وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ (ہم تم میں سے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور تمہیں میں سے پچھلوں کو بھی) کے ذریعے کافی جامعیت کے ساتھ کائنات کی ساری زمینوں میں ماضی میں بسائی گئی اور مستقبل میں بسائی جانے والی تمام مخلوقات کی تعریف (منکم) (تمہیں میں سے) ہی کے ذریعے کی گئی تھی۔ اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کی ساری

ہی زمینوں میں بسنے والی نسلیں خود انسانوں ہی کی ہوتی ہیں۔ اب جب کہ انسان کو کائنات کی ایک سے زائد زمینوں پر بھی ازسرنو زندگی عطا کرکے آزمایا جانا اتنے سارے ربانی ارشادات کے ذریعے اور مختلف النوع پیرایوں میں ثابت ہو رہا ہے تو ہم اس سلسلے کے مزید قرآنی دلائل و شواہد کو بھی ان کے صحیح تناظر میں پیش کرکے ان سے مزید روشنی حاصل کرنے کی سعی کریں گے:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ، فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ، عَلَى الْكَافِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ، ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ، وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ، وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ، وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ، ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ، كَلَّا ، اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ، سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۔ (مدثر: ۸-۱۷)	سو جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ دن بڑا کٹھن ہوگا۔ وہ کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔ مجھے اور اسے جسے میں نے پیدا کیا ہے اکیلا چھوڑ دو۔ میں نے اسے مال کثیر دیا تھا، حاضر رہنے والے بیٹے دیے تھے، اور کثرت سے بچھونے بھی فراہم کیے تھے۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ میں اسے اور دوں۔ ہرگز نہیں، یقیناً وہ ہماری نشانیوں کا مخالف تھا۔ ابھی میں اسے صعود کی گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔

یہ ساری آیات منطقی طور پر ایک دوسرے سے حد درجہ مربوط و منضبط ہیں۔ یہاں پہلی ہی آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس پورے بیان کا تعلق صور کے پھونکے جانے کے بعد یوم حساب سے ہے۔ نیز آخری آیت میں بصیغۂ ماضی انہ کان سے بھی یہی حقیقت مزید موکد ہو رہی ہے کہ اس پورے بیان کا تعلق ماضی ہی سے ہے۔ جب کہ علی الکافرین سے پتہ چل رہا ہے کہ یہاں عمومی طور پر سارے ہی کافر مراد ہیں، کوئی فرد واحد نہیں۔ پھر ذرنی ومن خلقت وحیدا (مجھے اور اسے جسے میں نے پیدا کیا ہے اکیلا چھوڑ دو) بھی اس عموم کو اور زیادہ مضبوط و مستحکم کر رہا ہے، جس سے پتہ چل رہا ہے کہ یہاں کلام بصیغۂ واحد جنس کفار کے پس منظر میں کیا جا رہا ہے۔ لہذا جب خطاب عمومی ہو تو اصولی طور پر شان نزول کا کوئی بھی اعتبار نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی یہاں مذکورہ اوصاف روایات میں بیان کردہ ایک معروف معاند ولید بن مغیرہ پر پوری طرح سے چسپاں ہو سکتے ہیں، کیوں کہ اس جیسا خدا کا باغی و سرکش اور اپنے جاہ و جلال اور مال و

عیال پر اترانے والا گھمنڈی بیک وقت اور خود خدا ہی سے اس میں مزید زیادتی کی تمنا کیسے کرسکتا ہے، جس کا بیان یہاں ثـم یـطـمـع ان ازیـد (پھر وہ چاہتا ہے کہ میں اسے اور دوں) کے ذریعے کیا جارہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں قیامت کے دن کفار کی جانب سے کس چیز کی زیادتی طلب کرنے کا بیان ہورہا ہے، جس کا حق تعالیٰ کی طرف سے اس قدر شدت سے انکار کیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دن کفار مال و دولت اور سامان عیش یا اولاد کی تمنا نہیں کریں گے۔ اور خود دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی بڑے سے بڑے منکر و معاند تک کو دنیوی متاع سے نہ نوازنا اور اس میں اضافہ نہ کرنا کسی بھی طرح ثابت نہیں ہے، بلکہ یہاں بطور آزمائش اکثر کفار ہی کو مادی منافع سے خوب سے خوب تر نوازا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آخرت میں کفار اگر کسی چیز کی خواہش کریں گے تو وہ صرف ایک ہی ہوگی کہ انہیں دنیا میں دوبارہ لوٹا کر عمل کا ایک اور موقع ہی دے دیا جائے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (انعام: ۲۷)

اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں واپس (دنیا میں) لوٹا دیا جائے، اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں، اور ہم اہل ایمان میں سے ہوجائیں۔

لہذا الفاظ قرآنی نہایت واضح طور پر ناطق ہیں کہ یہاں بھی کفار کی ٹھیک اسی طمع و حرص کا بیان ہورہا ہے، جس کی تعبیر وَّمَهَّدْتُ لَهٗ تَمْهِیْدًا ، ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ (میں نے اسے کثرت سے بچھونے فراہم کیے تھے۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ میں اسے اور دوں) کے ذریعے کی جارہی ہے۔ ملحوظ رہے کہ ''مَهَدَ'' کے معنے ''بستر بچھانا'' ہوتے ہیں، جب کہ ''مَهْدٌ'' یا ''مِهَادٌ'' خود بچھونے، ٹھکانے اور گہوارے کو کہتے ہیں۔ ان کے قرآنی استعمالات کے لیے حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ۔ (طٰہٰ: ۵۳) جس نے زمینوں کو تمہارے لیے بچھونا بنایا۔

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا۔(نبا:۶) کیا ہم نے زمینوں کو بچھونا نہیں بنایا؟

لہٰذا جب زمین کو ڈھکانا اور بچھونا بنایا گیا ہے، اور ''مھد'' کے معنے ''بستر بچھانا'' ہوتے ہیں تو (مَهَّدْتُ لَهٗ تَمۡهِيۡدًا) کے معنے ''میں نے اسے کثرت سے بچھونے یعنی زمینیں فراہم کیں''، ہوئے، کیوں کہ باب'' تفعیل '' سے ہونے کی وجہ سے (مَهَّدْتُ) میں تکثیر و مبالغے کے معنے بھی پائے جاتے ہیں، چوں کہ اس کے بعد اس کا مصدر (تَمۡهِيۡدًا) بھی دہرایا گیا ہے تو اس میں اور بھی زیادہ تاکید پیدا ہو جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ انسان کو زمینیں فراہم کیے جانے سے اسے ان میں زندگیاں عطا کیے جانے کی جانب کنایہ ہی ہے۔ اسی لیے اس کے بعد کفار کی اس خواہش يٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (کاش ہمیں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں، اور ہم اہل ایمان میں سے ہو جائیں) کے جواب میں ثُمَّ يَطۡمَعُ اَنۡ اَزِيۡدَ (پھر وہ چاہتا ہے کہ میں اسے اور دوں) کے ذریعے حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اتنی ساری زندگیاں عطا کیے جانے کے بعد بھی اب پھر سے وہ کیسے ان کی مزید خواہش کر سکتے ہیں۔ یہاں کفار کی یہ تمنا (لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا) اور انہیں اللہ کی اس پھٹکار (اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيۡدًا) میں لفظی مشابہت بھی ملحوظ رہے، جس سے یہ بھی اشارہ مل رہا ہے کہ اللہ کا یہ قول ان کی اسی خواہش کے جواب میں ہے۔ (باقی)

احوال و آثار وزیر علی عبرتی

جناب ڈاکٹر محمد نظیر احمد خان

میر وزیر علی کا اصل نام وزیر علی اور تخلص عبرتی ہے لیکن شہرت میر وزیر علی کے نام سے ہوئی۔ شاد عظیم آبادی نے اپنے مضمون میں عبرتی کے حسب ونسب کے متعلق لکھا ہے:

''اگر چہ میر وزیر علی کے لقب سے شہرت پا گئے تھے، لیکن فی الحقیقت سید نہ تھے''۔(۱)

لیکن عبرتی نے اپنی تالیف ''تذکرہ معراج الخیال'' میں اپنا نام میر وزیر علی بتایا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:

''اسم رسوای من مولف شوریدہ سر با طالع مجنوں ہم آغوش میر وزیر علی است''۔(۲)

شاد عظیم آبادی نے عبرتی کا مولد و مسکن قصبہ باڑہ کی ایک بستی معصوم گنج بتایا ہے جو شہر عظیم آباد سے تقریباً ساٹھ کیلو میٹر مشرق میں واقع ایک قصبہ تھا، اور اب پٹنہ ضلع کا مشہور شہر ہے۔ مسلمانوں کے دستور کے مطابق عظیم آباد کے رؤسا اور امراء کے گھر طلبہ کے خورد و نوش کا انتظام ہوتا تھا جسے اصطلاحاً جاگیر کہتے ہیں۔ جیسا کہ شاد عظیم آبادی رقم طراز ہیں:

''عبرتی مرحوم باڑہ کے متعلق اسی بستی میں پیدا ہوئے تھے جس کا نام معصوم گنج ہے، اور وہ اور اس کے متعلق اکثر مواضعات راقم کے حقیقی نانا نواب مہدی علی خاں مرحوم کے آل تمغا میں داخل اور عطیہ شاہی تھے''۔(۳)

حضرت شاد عظیم آبادی نے باڑھ کی جس معصوم گنج بستی کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت میں وہ بستی نہیں ہے بلکہ باڑھ ریلوے اسٹیشن سے تقریباً چار کیلو میٹر شمال مشرق دیہات میں ایک چھوٹا

بمعرفت شعبہ فارسی، دربھنگہ ہاؤس، پٹنہ یونی ورسٹی، پٹنہ۔

سا محلّہ معصوم گنج ہے۔ بقول شادؔ عبرتیؔ کی پیدائش یہیں ہوئی۔ لیکن عبرتیؔ نے اپنی تالیف ''معراج الخیال'' میں اپنی جائے پیدائش عظیم آباد بتایا ہے:

> ''مولد ویرانہ اش شہر لطافت بنیاد عظیم آباد کہ چند سال ازیں پیش پرستان
> بود بل روضۂ رضوان، حالا بانقلاب دھر خراب تر از دل بیدلان است''۔ (۴)

میرے خیال میں عبرتی کا صحیح مولد و مسکن باڑہ کا ہی محلّہ معصوم گنج ہے جو اس زمانے میں عظیم آباد کے نوابوں کی جاگیر کے تحت تھا، جہاں سے آکر عبرتیؔ عظیم آباد میں سکونت گزیں ہو گئے تھے۔

عبرتیؔ کے عظیم آباد میں ورود اور سکونت پذیر ہونے کا ذکر حضرت شادؔ نے اپنے مضمون میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

> ''عبرتیؔ مرحوم غالباً نو دس برس کے تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا، یاد نہ رہا کہ ان کے ماں باپ کھتری تھے یا کایستھ تھے، مگر زیادہ تر اسی کا رجحان ہے کہ کایست تھے اس لگاؤ سے راجہ پیارے لال الفتیؔ کے گھر میں رہے کہ وہ بھی کایست اور اسی گروہ میں شامل تھے جو عبرتیؔ کے ماں باپ تھے، جس گاؤں (متعلق باڑھ) میں عبرتیؔ کا گھر تھا، راقم کے نانا کے یہاں ایک گماشتہ ملازم تھے جن کا نام میر مراد علی تھا، انہوں نے دستور بموجب میرے نانا جان کو ایک عرضی میں خبر دی کہ فلاں شخص مر گئے، ان کا لڑکا بہت ذہین اور اسلام کی طرف مائل اور بڑے شوق سے فارسی پڑھتا ہے اور اس کا کوئی خبر گیر نہیں ہے، نانا جان کے لکھنے پر وہ عظیم آباد پہنچا دیے گئے، راجہ پیارے لال الفتیؔ کی آنکھیں اس وقت تک سلامت تھیں، وہ نانا جان کے پاس اس وقت بیٹھے ہوئے تھے بہ مناسبت ذات نانا جان سے مانگ کر اپنے ہمراہ ان کو لے گئے اور اپنے گھر میں ٹھہرالیا''۔ (۵)

وزیر علی عبرتیؔ کا سن ولادت مجھے کسی تذکرے یا رسالے میں تلاش و جستجو کے باوجود دست یاب نہ ہوسکا، شادؔ عظیم آبادی نے اپنی تالیف ''حیات فریاد'' میں عبرتیؔ سے متعلق جو مختصر سا

خاکہ پیش کیا ہے، اس سے عبرتی کے واقعات زندگی کی مکمل وضاحت نہیں ہوتی، یہاں تک کہ عبرتی نے اپنی تالیف ''معراج الخیال'' یا ''ریاض الافکار'' میں بھی کہیں اپنی تاریخ ولادت درج نہیں کی ہے۔ البتہ فصیح الدین بلخی صاحب نے اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں عبرتی کے متعلق اتنا ضرور لکھا ہے کہ:

''سن ولادت صحیح معلوم نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ تیرہویں صدی کی ابتدا کے بعد پیدا ہوئے''۔

شاد عظیم آبادی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ جب عبرتی سے پہلی بار ملاقات ہوئی تو عبرتی پینتالیس سے پچاس سال تک کے تھے۔

میرا گمان ہے کہ حضرت شاد ابتدا میں قواعد زبان فارسی پڑھنے کے لیے عبرتی کے حلقہ درس میں داخل ہوئے ہوں گے، اس وقت انہوں نے اپنی عمر تقریباً تیرہ برس بتائی ہے۔ اس بنیاد پر دونوں کی عمر میں بتیس سے سینتیس سال کا فرق ہوتا ہے۔ شاد کی ولادت کی تاریخ ۱۹/محرم الحرام ۱۲۶۲ھ مطابق ۷/جنوری ۱۸۴۶ء ہے، اس حساب سے عبرتی کا سال پیدائش ۱۲۲۵ھ سے ۱۲۳۰ھ کے درمیان ہونا چاہیے۔

شاد عظیم آبادی نے اپنی یادداشت میں عبرتی کا جو حلیہ پیش کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان گہرے مراسم تھے۔ بقول شاد:

''عبرتی مرحوم کو راقم نے پہلے پہل جو دیکھا تھا تو تخمیناً ان کی عمر ۴۵ سے ۵۰ تک ہوتی، نہایت سیاہ فام، دراز قد، بھرے بھرے اعضا، چہرہ بڑا اور لانبا، کثرت سے چھوٹے بڑے اس پر تل تھے، اس کے علاوہ بڑے بڑے ابھرے ہوئے مسّے بھی تھے، ناک اونچی اور بڑی پیشانی پر بھی سیاہ تل تھے، داڑھی مونچھیں سب منڈاتے تھے، خوش لباس بھی نہ تھے، نَنکلاٹ کا کرتہ جسم سے ملا ہوا تنگ گریباں، ویسا ہی بر کے پائچوں کا پائجامہ، دو پلے کی مکمل ٹوپی جو سارے سر کو ڈھنکے رہتی تھی، کان بڑے بڑے، آواز بھاری، گرمیوں میں ایک بڑی پنکھیا ہاتھ میں''۔(۶)

مذکورہ تفصیل سے عبرتی کی جو تصویر سامنے آتی ہے، وہ صورت اور وضع و قطع کے اعتبار سے بہت اچھی نہیں، اس بد وضعی اور بے ترتیبی کے باوجود حضرت شاد نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ عبرتی کی شخصیت میں ایک کشش تھی جوان کے کمال کے سبب تھی:

''میں نے اپنی عمر میں یہ دو بزرگ دیکھے کہ باوجود ایسے منظر کے بہ ہیئت مجموعہ ایسے حسین خوب صورت دکھائی دیتے تھے کہ فی الواقع جو لوگ خوب صورت وخوش لباس جامہ زیب بھی تھے بحسب صورت و وضع ان دونوں حضرات کے مقابل میں جچتے نہ تھے، ایک عبرتی مرحوم دوسرے جناب مرزا دبیر مرحوم، حقیقت میں یہ کشش ان کے کمال کی تھی''۔

عبرتی کی تعلیم و تربیت زیادہ تر راجہ پیارے لال الفتی (م ۱۲۴۵ھ) کے زیر نگرانی ہوئی۔ الفتی اپنے زمانے کے صاحب دیوان شاعر اور انشا پرداز تھے۔ بحیثیت معلم بھی ان کی بہت عزت وشہرت تھی۔ انہوں نے انتظامی امور میں بھی اپنے جوہر دکھائے تھے اور بادشاہ اکبر شاہ ثانی (پدر بہادر شاہ ظفر) کے دربار میں دیوان کے عہدہ پر مامور ہوئے تھے۔ ان کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان شاگردوں میں عبرتی کی حیثیت ممتاز تھی۔

''راجہ صاحب الفتی کے زیر تعلیم یوں تو پندرہ سولہ طلاب ایسے تھے جن کے جید ہونے کی شہرت ہوئی، لیکن خاص کر کے شاہ بخشش حسین متوطن تلاڑھ اور عبرتی مرحوم''۔(۷)

عبرتی کو اپنے استاد راجہ الفتی سے والہانہ محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ عبرتی اپنی تالیف ''معراج الخیال'' میں نہایت احترام کے ساتھ اپنے استاد راجہ الفتی سے اکتساب فیض کا ذکر کرتے ہیں:

''تا اقتضای وقت مساعدت کرد مستفید خدمت پر منفعت جناب استادنا جناب الفتی دہلوی ماندہ چیزی بمشق سخن استخوانہا شکست''۔(۸)

تعلیم کے بعد عبرتی کو ملازمت کی فکر ہوئی۔ پہلے نواب روشن الملک مبارک الدولہ محمد مہدی قلی خان بہادر شوکت جنگ کے یہاں ملازم ہوئے۔ شوکت جنگ مشہور نواب منیر الدولہ

کے پوتے تھے، عبرتیؔ شوکت جنگ کے لڑکے نواب حسین قلی خان بہادر سہراب جنگ کے معلم تھے۔ پروفیسر محفوظ الحق صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا ہے:

> ''قرینہ کہتا ہے کہ کتب درسیہ ختم کرنے کے بعد سہراب جنگ ان سے دیگر علوم وفنون اور انشا کی تعلیم حاصل کرتے ہوں گے کیوں کہ دونوں میں استاد و شاگرد نہیں بلکہ جلیس و ہمدم کے تعلقات معلوم ہوتے ہیں''۔(۹)

سہراب جنگ کے متعلق عبرتیؔ خود لکھتے ہیں:

> ''ایزد تعالیٰ پیوستہ صدر آرای انجمن جاہش دارد و من استاد را خاک راہش ایں رقعہ شکایت آمود از سہراب دلِ معنی آشنا است کہ بنام من خدمت پرست آموزگار برنگاشتہ''۔

عبرتیؔ نے کلکتہ کا سفر کیا، جس کا ذکر اپنی تالیف ''معراج العشاق'' (۱۲۵۱ھ) کے دیباچہ میں کیا ہے۔ یہ سفر انہوں نے ''اعجاز المحبت'' (۱۲۴۷ھ) کی تالیف کے بعد کیا تھا۔ دوران قیام اس شہر لطافت افروز کی خوب سیر کی تھی اور چند ماہ وہاں گذارے بھی تھے، جیسا کہ خود لکھتے ہیں:

> ''چوں ایں بی سروپا را (از) تسوید نسخہ اعجاز المحبت فراغ دست داد ناگزیر در ہماں نزدیکی سفر شہر کلکتہ پیش افتاد، ماہی چند دران شہر لطافت بہر بودہ تماشای غرائبات آن سوادل کشا نمودہ چوں او بوطن مالوف آورد......''۔

عبرتیؔ نے ڈھاکہ کا بھی سفر کیا۔ ''معراج الخیال'' میں خواجہ اسد اللہ کو کب کا ذکر کیا ہے کہ:

> درز مانیکہ منِ محررِ اوراق ببرکات نواب بامروت و فرہنگ نواب سہراب جنگ بہادر جانب بقعۂ دلکشای ڈھاکہ شتافتہ بودم......''(۱۰)

اس کے علاوہ معراج الخیال میں ڈھاکہ (جہاں گیر نگر) اور وہاں کے ادباء، شعراء اور امراء کا بھی ذکر ہے۔

عبرتیؔ عظیم آباد واپس آئے اور یہاں آنے کے بعد درس وتدریس میں منہمک ہو گئے۔ ان کے ہم عصر مشہور شاعر شاہ یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادی رقم طراز ہیں:

بسر کرد در درس و تدریس عمری بکف نقد تحقیق میداشت دلخواہ (۱۱)

عبرتی نے درس و تدریس کے ذریعہ نوابوں، امیروں اور رئیسوں کے بچوں کو فیض یاب کیا، شاد عظیم آبادی نے لکھا ہے:

''شک نہیں کہ عبرتی مرحوم کو تعلیم دینے میں عجب سلیقہ وقدرت تھی، راقم نے ان کے تھوڑے تھوڑے زمانہ کے شاگردوں کو فایق پایا۔غرض راجہ مہپت سنگھ چند عرصہ میں فارسی کے شاعروشار ہو گئے یہ دیکھ کراور رؤسا کو بھی شوق بڑھا، چنانچہ فیروز جنگ وسہراب جنگ یادگار خاندان منیر الدولہ ونواب مرزا امراؤ خان مرحوم، یکے از اولاد نواب شجاع الدولہ بہادر والی اودھ، ان سب نے اوقات مختلف مقرر کر کے عبرتی مرحوم سے لکھنا پڑھنا شروع کیا''۔(۱۲)

عبرتی نے راجہ بھوپ سنگھ کے بیٹے مہپت سنگھ کو پڑھانا لکھانا شروع کیا۔راجہ بھوپ سنگھ رکن الدولہ راجہ کنور دولت سنگھ (بن ممتاز الملک مہاراجہ شتاب رائے بہادر صولت جنگ) کے دختر زادہ اور راجہ مانک چند بہادر (ساکن لکھنؤ) کے بیٹے تھے۔راجہ بھوپ سنگھ باذوق اور ادب نواز تھے، فارسی کے شاعر تھے اور ولا تخلص کرتے تھے۔نظم سے زیادہ نثر کا شوق تھا، جیسا عبرتی کہتے ہیں:

''ہر چہ می نگارد خصوصاً نثر، ناخن زن پردۂ دلہا می شود''۔

عبرتی، راجہ بھوپ سنگھ کے ندیم و ہمدم اور ان کے لڑکے کے استاد تھے۔۔عبرتی نے اپنی تالیف ''ریاض الافکار'' میں ان کا ذکر بڑی عزت اور محبت سے کیا ہے۔راجہ بھوپ سنگھ کا وہ رقعہ جو عبرتی کے نام ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھوپ سنگھ عبرتی کی تعلیم سے بہت مطمئن تھے، حسن خدمت کے صلہ میں عبرتی کو ایک پختہ مکان عطا کیا تھا۔مذکورہ رقعہ کو ''ریاض الافکار'' سے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''سخن رس ندیم مزا جداں میر عبرتی سلمہٗ اللہ تعالیٰ...... سعادت آہنگ تلمیذش کنور مہپت سنگھ بہادر زاداللہ عمرہٗ اگرچہ در تعلیم قافیہ وعروض وقواعد فارسیہ یک گونہ مہارتی ومعرفتی بہم رسانندہ واغلب اوقات کہ از یاد دقایق ایں نادر

فن از اں بلند اقبال، جان عمر، استفسار رفت توضیحی دل نشیں ما آرزومند، ساختہ
کہ لب تمنا یم قرین صد رنگ خندہ ما گشتہ۔ چشم بد دور چوں نبود کہ تربیت و تعلیم
کیست۔ ما بسیار خوشنود گشتیم، در صلہ ایں خدمت و رسالۂ کہ بآداب منشی گری از
بہر بلند اقبال شاگرد خود رنگ رقم دادہ خشتی خانہ پاندریبہ کہ چہار صد زرع زمین
دارد بآن مستحسن۔ الحدیث بخشیدیم۔ اگرچہ درخور ہمت ما نیست کہ ازیں زیادہ تر
می خواستیم اما اقتضائے وقت مساعد نکرد۔ حالا، ہیچو جہدی بدل فرمائید کہ در نوشتن
فارسی عبارت نیز چیزی ید طولیٰ بہم رساند، و نظم و نثر ہرچہ برنگارد بنالیش،
بر محاورات کثیر الاستعمال اہل زبان نہد تا کسی در آں مجال دم زدن نیابد۔ زیادہ
ولای ما شمع حریم دل نکتہ پیوندش باد''۔ (۱۳)

عبرتی درس و تدریس اور منشی گری کے علاوہ کچھ عرصہ تک باضابطہ طور پر صدر اعلیٰ پٹنہ کے دفتر میں ''نظارت'' کے عہدہ پر فائز رہے، ان کی یہ ملازمت کب تک رہی اس کا پتہ نہیں چلتا، البتہ ''جام جہاں نما'' (۱۲۶۶ھ) میں پٹنہ کے صدر اعلیٰ رائے شنکر لعل کے بغض و کینہ اور خباثت کے سبب ''نظارت'' کا عہدہ ترک کر دینے کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

''...... دریں جز و زمان کہ سنہ یکہزار و شصت ہجری نبوی باشد و راقم
اوراق بہ ترک گفتن خدمت نظارت تر سائی عدالت بکینہ توزئی مردم (نا) شناس،
تیرہ رای و خدا نا ترس ژاژ خای رای شنکر لعل صدر اعلا پٹنہ دست برگذاشت''۔

جام جہاں نما ۱۲۶۶ھ کی تالیف ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ۱۲۶۶ھ سے قبل ناظر رہے ہوں گے۔ حضرت شاد نے اپنے مضمون میں ان کے نظارت کے عہدہ کی مدت دو یا تین سال بتائی ہے، لکھتے ہیں:

''محکمہ صدر امین اعلا میں پھر بعدہٗ نائب صدر ناظر بحال ہوئے شاید
دو تین برس تک اس کو انجام دیا مگر اس لقب سے تا عمر پکارے گئے''۔ (۱۴)

اسی زمانے میں عبرتی نے نواب سید ولایت علی خان کے یہاں ملازمت اختیار کر لی تھی اور اسی عرصے میں انہوں نے ۱۲۶۶ھ میں جام جہاں نما کی تالیف کی۔

عبرتؔی نے شاہ بخشش حسین صاحب کی صحبت میں رہ کر اسلام قبول کرلیا تھا اور شیعہ ہو گئے تھے۔ بقول شادؔ:

''عبرتؔی اور شاہ صاحب ہم عمر تھے، عبرتی انہیں کی صحبت میں پختہ مسلمان اور شیعہ مذہب ہو گئے اور آخر تک اس پر قائم رہے''۔ (۱۵)

عبرتؔی کے شیعہ ہونے کی وضاحت ان کی تالیف ''مصباح الاخلاق'' کے درج ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

''......وزیر علی عبرتؔی کہ دل و جانش راہمہ وقف تولدی اہل بیت علیہ السلام تو ازن دانست''۔

ان کی تالیف معراج الخیال کے دیباچہ سے بھی ان کے شیعہ ہونے کا مکمل ثبوت ملتا ہے، لکھتے ہیں:

''......عرفی سحر بیان ...... کہ بادنی وصف سرای وصحابی عدیلش علی ابن طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام تا روز حشر جای خوابش دشت سعادت خیز نجف اشرف شود''۔

بہار کے فارسی انشا پردازوں میں عبرتؔی کا مقام بلند ہے۔ انہیں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان پر کامل عبور حاصل تھا۔ ان کے فضل وکمال کو اہل وطن نے تسلیم کیا اور نوابوں، امراء اور رؤسا کے بچوں نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ ان کا مطالعہ عروض و بلاغت، قواعد اور مذہبی موضوعات پر ان کی کتابیں ان کے علم کی گواہ ہیں۔ فارسی میں انہوں نے فیضی کی مثنوی ''نل دمن'' اور میر قمر الدین منتؔ کی مثنوی ''ہیر رانجھا'' کا خلاصہ کیا۔ ''جام جہاں نما'' کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تاریخ اور سیر کی کتابوں کا بھی خاصہ مطالعہ کیا تھا۔ تذکرہ نگاری سے بھی دل چسپی تھی۔ اشعار اور نثر پاروں کا انتخاب کر کے تذکرہ ''معراج الخیال'' اور ''ریاض الافکار'' جیسی کتابیں مرتب کیں۔

بحیثیت شاعر ان کی شہرت کم تھی۔ ان کا کوئی دیوان یا مجموعہ کلام یادگار نہیں لیکن تالیفات میں ان کے اتنے اشعار ہیں کہ ان کو جمع کر کے ایک شعری مجموعہ مرتب کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں

ان کے کلام کی چند جھلکیاں پیش ہیں جن سے ان کے کلام کے رنگ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

بی نور دلم گشتہ چو شیدای محمدؐ　　افروختہ چوں مہ زسراپای محمدؐ
زیبد چو بہ خورشید فلک بنگرد از تاز　　خورشید پرست رخ زیبای محمدؐ
شانہ زمہ نو طلبم پنجہ ز خورشید　　تاشانہ زنم زلف سمن سای محمدؐ
در داوریٔ حشر چو ارباب بصارت　　در دیدہ کشم خاک کف پای محمدؐ
بر دوزخیان سرد کند آتش دوزخ　　نظارۂ روی چمن آرای محمدؐ
روزیکہ بمحشر بہ برندم چو گنہگار　　چوں دامنش امتم بسرپای محمدؐ (۱۶)

آبروی لالہ وگل یا رخ زیباست ایں　　رشک شمشاد صنوبر یا قد رعناست ایں
نقد عمر زندگانی یا حیات جاوداں　　آب حیوان قوت جان لعل شکر خاست ایں
طرۂ شمشاد یا جعد پری یا زلف حور　　سنبل ترمشک چین یا عنبر ساراست ایں (۱۷)

مہ پارۂ خورشید عذاری چہ توان گفت　　یک ذرہ سر مہر نداری چہ توان گفت
من زآتش غیرت چو کبابیم سراپا　　تو باد گراں بادہ گساری، چہ توان گفت
ما را کہ بجانیم خریدار وصالت　　از مہر فروشان نشماری، چہ توان گفت (۱۸)

عبرتی کے شاگردوں میں سہراب جنگ، فیروز جنگ، اور مہپت سنگھ کے علاوہ لالہ بندا پرشاد حسرتی اور شاہ بخشش حسین فرقتی اور منشی لالہ ہر یہر ناتھ محنتی ہیں، موخر الذکر نے عبرتی کی بیشتر کتابوں کو نقل کیا۔ شاد عظیم آبادی نے بھی قواعد زبان فارسی ان سے پڑھی۔ عبرتی کے آخری زمانہ کے شاگردوں میں خدا بخش خان (م ۱۹۰۸ء) کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ (۱۹)

شاد عظیم آبادی نے عبرتی کی وفات کے بارے میں لکھا کہ:

''عبرتی مرحوم نے ستر برس کی عمر میں (محلّہ) گذری والے گھر میں رحلت کی۔ یاد نہیں کہ کون سا سن تھا، غالباً ۱۲۹۶ھ ہوگا''۔ (۲۰)

لیکن عبرتی کے ہم عصر شاعر شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادی کا قطعہ تاریخ ان کی تصنیف ''کنز التواریخ'' میں موجود ہے۔ اس کے مطابق عبرتی کی وفات ۱۹؍ ربیع الثانی بروز شنبہ ۱۲۸۸ھ میں ہوئی۔

رقم کرد یحیای دلخستہ تاریخ زمرگ وزیر علی عبرتی آہ (۲۱)
۱۲۸۸ھ

عبرتی کی کتابوں کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

مطبوعہ تصانیف

۱-شکرستان نبوت: یہ غالباً عبرتی کی پہلی مطبوعہ تصنیف ہے، اس کا سنہ تالیف ۱۲۸۵ھ ہے۔عبرتی نے اپنے شاگرد رشید سید محمد حسن خاں ملقب بہ محمد نواب کی فرمائش پر لکھی۔ یہ کتاب مطبع نورالانوار آرہ سے ۱۲۹۲ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔سید محمد نواب صاحب طباعت سے متعلق اپنی تقریظ میں رقم طراز ہیں:

''اتفاقاً ۱۲۹۲ھ میں جناب سید فرزند احمد صفیر بلگرامی سے اس باب میں ذکر آیا۔انہوں نے میرا شوق دیکھ کر مطبع نورالانوار آرہ ضلع شاہ آباد (مالک سید محمد ہاشم بلگرامی) سے چھپوا دینے کا وعدہ کیا اور کتاب لے گئے مگر بسبب مواقع چند اختتام اس کا محرم ۱۲۹۲ھ میں واقع ہوا''۔

کتاب کے سرورق پر ۱۲۹۱ھ لکھا ہے لیکن مذکورہ اقتباس سے اس کا سال طباعت ۱۲۹۲ھ ہی ہوتا ہے۔ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب چند انبیائے کرام کے حالات پر ہے، اکتالیس ابواب ہیں۔ ہر باب کو شکرستان سے موسوم کیا گیا ہے۔کتاب کے آخر میں ص ۱۰۱ تا ص ۱۰۶ قطعات تاریخ ہیں اور ص ۱۰۶ تا ص ۱۰۸ سید محمد حسن خان کی تقریظ ہے۔

۲-مرأت السعادت: آنخضرتؐ اور حضرت خدیجہؓ کے رشتۂ ازدواج کی تفصیل ہے اور ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے جو ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء میں گلشن بہار پٹنہ سے شائع ہوئی۔کتاب کے آخر میں عبرتی کی ایک خوب صورت نعت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔جس کے مطلع کا شعر حسب ذیل ہے:

بی نور دلم گشتہ چو شیدای محمدؐ افروختہ چوں مہ ز سراپای محمدؐ

۳-اعجاز محبت: یہ کتاب جامی کی مثنوی ''یوسف وزلیخا'' کا نثری خلاصہ ہے، جو بابو کنور سکھراج بہادر رحمتی کی فرمائش پر ۱۲۹۷ھ میں مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے شائع ہوئی، ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔آخر میں بطور ضمیمہ، ص ۱ تا ۱۳ قطعات تاریخ ہیں اور ص ۱۳ تا ۱۴ عبرتی کی

تصنیفات و تالیفات کی فہرست ہے اور ص ۱۴ تا ۱۶ غلطنامۂ نسخہ نثر یوسف وزلیخا ہے۔ ایسا ہی ایک اور قلمی نسخہ ''اعجاز المحبت'' کے نام سے ہے لیکن یہ فیضی کی مثنوی ''نل ودمن'' کا نثری خلاصہ ہے۔ جس کا سنہ تالیف ۱۲۸۱ھ ہے۔

۴-جام جہاں نما: یہ ۱۲۶۶ھ کی تالیف ہے۔ اس میں ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے ان کی حکومت کے قیام، جنگوں، اصول حکومت اور انگریزوں کے اخلاق و عادات سے متعلق معلومات ہیں جن کو چھ ''رزمگاہ'' اور ایک خاتمہ پر مکمل کیا گیا ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ کرم خوردہ نسخہ ۱۴۰، اوراق پر مشتمل نسخہ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سٹی میں موجود ہے۔ سال طباعت ۱۲۷۲ھ ہے۔

قلمی تصنیفات

۱-آتش کدہ عشق: یہ فیضی کی مثنوی ''نل ودمن'' کا نثری خلاصہ ہے۔ جو ۹۲، اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا سال تالیف ۱۲۴۸ھ ہے۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا ہینڈ لسٹ نمبر ۲۹۳۳ ہے اسی موضوع کا دوسرا نسخہ ''اعجاز المحبت'' کے عنوان سے مذکورہ لائبریری میں موجود ہے۔ جس کا ہینڈ لسٹ نمبر ۱۴۹۴ ہے۔ ''اعجاز المحبت'' کا نسخہ ۵۶، اوراق پر مشتمل ہے اس کا سال تالیف روز پنجشنبہ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۱ھ مطابق ۹/جنوری ۱۸۶۵ء ہے۔ دونوں کی کتابت میں فرق ہے۔ ''اعجاز المحبت'' کے کاتب عبرتی کے شاگرد منشی ہر یہر ناتھ محنتی ہیں، ''آتش کدہ عشق'' کے نسخہ میں کاتب کا نام نہیں ہے۔ دونوں کے متن میں بھی برائے نام فرق ہے۔ ''اعجاز المحبت'' کے نسخہ میں ایک جگہ ''از خود نشان گذاشتم'' ہے جب کہ ''آتش کدہ عشق'' کے نسخہ میں ''از خود نشانی گذاشتم'' ہے، ایک جگہ ''معانیش'' ہے دوسرے نسخہ میں ''معنیش'' ہے، ''آتش کدہ عشق'' کا سائز طول میں ½۱۸ سنٹی میٹر اور عرض میں ½۱۳ سنٹی میٹر ہے جبکہ ''اعجاز المحبت'' کا سائز طول میں ۲۳ سنٹی میٹر اور عرض میں ۱۷ سنٹی میٹر ہے۔ ''اعجاز المحبت'' کے ساتھ ایک رسالہ ''ریاض الحروف'' بھی ہے جو ۲۴، اوراق پر مشتمل ہے۔

۲-مصباح الاخلاق: اس میں عبرتی کے ایسے ۶۹ رقعات ہیں۔ جو ان کے دوستوں کے نام ہیں اور مضامین اخلاق پر مشتمل ہیں۔ یہ نسخہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں موجود

ہے، اس کا ہینڈ لسٹ نمبر ۲۵۱۴ ہے۔ اس کے ساتھ دو اور رسالے "حدیقۃ الاضافت" اور "مصباح المرکبات" بھی ہیں۔ دونوں کے کاتب منشی ہر یہر ناتھ مختی ہیں۔

۳-معراج العشاق: یہ کتاب ہاتفی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا نثری خلاصہ ہے۔ جیسا کہ کتاب کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۲۵۱ھ میں عبرتی کلکتہ گئے تو وہیں انہوں نے اپنے دوست میر الطاف حسین کو ہاتفی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کے دوست نے فرمائش کی کہ وہ اس کا بھی نثری خلاصہ لکھیں۔ یہ ۳۸، اوراق پر مشتمل ہے۔

۴-سراج المحبت: ۱۲۵۲ھ میں میر قمر الدین منت کی مثنوی "ہیر رانجھا" کو نثری قالب میں "سراج المحبت" کا نام دیا۔ اس تلخیص کو انہوں نے راجہ بھوپ نرائن کے نام معنون کیا۔ یہ کتاب ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵-مدینۃ الحکایات: اخلاقی مضامین پر مشتمل ۶۴ حکایتوں کو انہوں نے بڑے موثر انداز میں جمع کیا، یہ ۶۰، اوراق میں ہے۔

۶-معراج الخیال: یہ عبرتی کی سب سے اہم اور مشہور تالیف ہے اس میں اٹھارویں انیسویں صدی کے فارسی گو شعراء کے حالات اور نمونہ کلام کو حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے نسخے میں ۲۰۳ شعراء کا ذکر ہے جبکہ ڈاکٹر سید علی رضا نقوی نے نسخہ دانش گاہ لاہور کے حوالہ سے ۲۰۵ شعراء کا ذکر کیا ہے۔ یہ ۱۲۸ انجمن پر مشتمل ہے۔ ۱۲۷، اوراق ہیں۔ سال تالیف ۱۲۶۷ھ ہے۔ اس کتاب کے متعلق عبرتی لکھتے ہیں:

> "آن جملہ کارنامہ سوز گداز را بقید تخلص و حروف تہجی مشتمل بر بست و ہشت (۲۸) انجمن حسن انتظامش دادہ بہ معراج الخیال موسومش نمود، حضرت قادر ذوالمجد جل شانہٗ مشتہر بین الآفاقش گرداناد"۔

۷-ریاض الافعال: فارسی قواعد کے اس رسالہ کو ۱۲۵۸ھ میں عبرتی نے اپنے شاگرد سید امیر جان فرقتی کے لیے لکھا تھا۔ ۳۰، اوراق پر مشتمل یہ رسالہ دو بہارستان میں منقسم ہے اور ہر بہارستان مختلف شگوفوں میں ہے۔

۸-عقد ثریا: ساٹھ رقعات کا یہ رسالہ ۱۲۵۹ھ میں نواب حسین قلی خان بہادر سہراب جنگ

— — — — — — — —

کے حسب ارشاد مرتب کیا گیا۔ ۵۳، اوراق ہیں۔

۹- ریاض الحروف: اس کا موضوع قواعد ہے اوراس کا سال تالیف ۱۲۶۲ھ ہے۔

۱۰- محیط الکلام: زبان فارسی واقسام کلام منظوم ومنثور کے آداب پر محیط الکلام کے نام سے یہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے، ۱۲۶۶ھ میں لکھا گیا۔ کاتب منشی ہر یہر ناتھ مختی ہیں، سال کتابت ۱۲۷۹ھ ہے، ۳۸، اوراق پر مشتمل خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ جس کا ہینڈلسٹ نمبر 1519 ہے۔

۱۱- مصباح المرکبات: یہ بھی قواعد کے موضوع پر ہے، اس رسالہ کو ۱۲۶۶ھ میں کنور سکھراج بہادر رحمتی کے لیے لکھا گیا۔ دو شبستانوں میں تقسیم ہے، شبستان اول ۴۴ لمعوں میں اور شبستان دوم کو ۷ المعوں میں ہے۔ ۵۳، اوراق ہیں، کاتب ہر یہر ناتھ مختی ہیں۔

۱۲- ریاض الافکار: یہ ۱۴ نثر نگاروں کا تذکرہ ہے۔ بعض نثر نگار ایسے ہیں جو شاعر بھی ہیں اوران کا تذکرہ معراج الخیال میں بھی ہے۔ ۱۲۱، اوراق پر مشتمل ہے، اٹھائیس ابواب ہیں۔ ہر باب کو خیابان سے موسوم کیا گیا ہے۔

۱۳- حملہ سکندری: شاد عظیم آبادی نے ''حیات فریاد'' میں ''یوسف و زلیخا'' اور ''سکندر نامہ'' کا بھی ذکر کیا ہے کہ:

> ''نثر کے بڑے شائق تھے، ''یوسف زلیخا'' اور ''سکندر نامہ'' کو بھی نثر کرکے اور بھی مغلق کردیا ہے''۔

پروفیسر محفوظ الحق اور ڈاکٹر علی نقوی کے خیال میں یہ کتاب اب کہیں دست یاب نہیں ہے۔ لیکن خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں اس کتاب کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ ایک حملہ سکندری کے نام سے ۹۸، اوراق پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا ۱۵۷، اوراق پر مشتمل ہے۔ جس کے جلد کے اوپر ''سکندر نامہ'' لکھا ہوا ہے۔ دونوں کی کتابت میں نمایاں فرق ہے۔ ایک کی تحریر گتھی ہوئی ہے جبکہ دوسرے کی تحریر نہایت واضح اور کشادہ ہے۔ شاید سہواً حملہ سکندری یا نثر سکندر نامہ کی جگہ اسکندر نامہ لکھا گیا ہے۔ لیکن دونوں نسخوں کے دیباچوں میں حملہ سکندری ہی لکھا ہوا ہے۔ اور دونوں کا سنہ تالیف ۱۲۸۰ھ ہے۔ ۹۸، اوراق والے نسخہ کے آخر کے برعکس ۵۷، اوراق والے

نسخہ کے آخر میں خاتمہ لکھا گیا ہے جس میں عبرتی نے اپنے استاد راجہ پیارے لعل الفتی کا بڑے احترام و محبت سے ذکر کیا ہے۔ اسی نسخہ کے اوراق ۲ پر ایک چھوٹا سا کاغذ چسپاں ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ عبرتی نے اپنے شاگرد بابو کنور سکھراج بہادر رحمتی خلف بابو ہیرالعل ضمیر کی درخواست پر نظامی گنجوی کی منظوم سکندر نامہ کو ۱۲۸۷ھ میں نثری جامہ پہنایا۔

۱۴-توشۂ آخرت: یہ مجموعہ رقعات متفرق موضوعات پر مشتمل ہے۔ دو سو چوالیس رقعات ۸۴، اوراق میں آئے ہیں۔

۱۵-رقعات عبرتی معروف بہ زاد العقبیٰ: اس کے بیشتر رقعات مذہبی اور اخلاقی ہیں۔ حمد، نعت، مدح اہل بیت اور مدح صحابہ کرام کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی رقعات موجود ہیں۔

۱۶-شبستان امامت: اس میں حضور رسالت مآبؐ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ بہ عقاید شیعی دیگر تمام اماموں کے مختصر احوال و فضائل درج ہیں۔ پندرہ شخصیات کا ذکر پندرہ شبستانوں میں ہے۔ آخر میں ایک خارستان بھی ہے۔ ۴۷، اوراق کا یہ رسالہ سید مہدی نواب کے اصرار پر ۱۲۸۲ھ میں لکھا گیا۔

۱۷-حدیقۃ الاضافت: قواعد کے متعلق عربی کے زمانہ تعلیم کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ میر امیر جان فرقتی کی فرمائش پر ۱۲۵۹ھ میں ''حدیقۃ الاضافت'' کے نام سے مرتب کیا گیا۔ ۲۸، اوراق میں یہ دو بہارستان میں منقسم ہے۔ بہارستان اول میں آٹھ خیابان اور بہارستان دوم میں چھ خیابان ہیں۔ کاتب منشی ہر بیہر ناتھ محنتی ہیں۔

۱۸-قواعد فارسی: یہ رسالہ مکتوبہ ۱۲۷۱ھ خط نستعلیق میں ہے۔ عبرتی نے اس کو خدا بخش خان کے والد مولوی محمد بخش خان کو ہدیۃً پیش کیا تھا۔

حوالے

(۱) ندیم گیا بہار نمبر ۱۹۳۳ء، ص ۲۶۔ (۲) معراج الخیال (قلمی)، صفحہ ۱۴۳۔ (۳) ندیم گیا بہار نمبر ۱۹۳۳ء، ص ۲۶۔ (۴) تذکرہ معراج الخیال (قلمی)، از عبرتی، ص ۱۴۳۔ (۵) ندیم گیا بہار نمبر ۱۹۳۳ء، ص ۲۶۔ (۶) ندیم

گیا بہار نمبر جولائی، اگست ۱۹۳۳ء، ص ۲۸۔ (۷) ایضاً۔ (۸) معراج الخیال از عبرتی (قلمی)، ص ۱۴۳۔ (۹) ندیم گیا بہار نمبر، ص ۲۹۔ (۱۰) معراج الخیال از عبرتی (قلمی)، ص ۱۳۲۔ (۱۱) کنزالتواریخ (قلمی) از محمد یحییٰ ابوالعلائی، ص ۱۴۵۔ (۱۲) ندیم گیا بہار نمبر، ص ۳۰۔ (۱۳) ریاض الافکار (قلمی) از عبرتی، ص ۲۵۷۔ (۱۴) ندیم بہار نمبر جولائی، اگست ۱۹۳۳ء، ص ۲۰۹۔ (۱۵) ایضاً ص ۲۱۰۔ (۱۶) مرأۃ السعادت (مطبوعہ) از عبرتی، ص ۵۷۔ (۱۷) معراج الخیال (قلمی) از عبرتی (قلمی)، ص ۳۵۔ (۱۸) ایضاً، ص ۲۷۔ (۱۹) محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب، ص ۳۳/ ۵۳۲۔ (۲۰) ندیم بہار نمبر جولائی، اگست ۱۹۳۳ء، ص ۲۱۰۔ (۲۱) کنزالتواریخ (قلمی) از شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی، ص ۱۴۵ (ب)۔

کتابیات

۱۔ آتش کدہ عشق (قلمی) از وزیر علی عبرتی مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ نمبر ۳۹۳۳۔

۲۔ اعجاز المحبت (قلمی) از وزیر علی عبرتی مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ نمبر ۲۴۹۴۔

۳۔ اعجاز المحبت (مطبوعہ) از وزیر علی عبرتی، مطبع انوار محمدی لکھنؤ سال طباعت ۱۲۹۷ء۔

۴۔ تحقیقی مقالہ (غیر مطبوعہ) از شہناز ذکیہ، مملوکہ مرکز تحقیقات پٹنہ، یونی ورسٹی لائبریری پٹنہ۔

۵۔ تذکرہ نویسی فارسی در ہندو پاکستان از ڈاکٹر سید علی رضا نقوی تہران، ۱۹۶۴ میلادی۔

۶۔ توشہ آخرت (قلمی) از وزیر علی عبرتی مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ نمبر ۳۹۸۵۔

۷۔ جام جہاں نما (مطبوعہ) از وزیر علی عبرتی مملوکہ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سٹی، سال طباعت ۱۲۷۲ھ (کرم خوردہ)۔

۸۔ حدیقۃ الاضافت (قلمی) از وزیر علی عبرتی مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ نمبر ۲۴۹۴۔

۹۔ حملہ سکندری (قلمی)، ایضاً، ہینڈ لسٹ نمبر ۲۳۸۹۔

۱۰۔ حیات فریاد، از علی محمد شاد، مطبع دارالمصنّفین، اعظم گڑھ ۱۹۲۷ء۔

۱۱۔ ریاض الافعال (قلمی)، از وزیر علی عبرتی، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ

نمبر۴۰۴۰۔

۱۲۔ ریاض الافکار (قلمی)، ہینڈلسٹ نمبر ۱۷۸۳۔

۱۳۔ ریاض الحروف (قلمی)، ایضاً۔

۱۴۔ زاد العقبیٰ (قلمی)، ایضاً ہینڈلسٹ نمبر ۴۴۹۳۔

۱۵۔ سراج المحبت (قلمی)، ایضاً۔

۱۶۔ شبستان امامت (قلمی)، ایضاً، ہینڈلسٹ نمبر ۴۰۶۰۔

۱۷۔ شکرستان نبوت (مطبوعہ)، از وزیر علی عبرتیؔ، مطبع نور الانوار آرہ، ۱۲۹۲ھ۔

۱۸۔ عقد ثریا (قلمی)، از وزیر علی عبرتیؔ، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈلسٹ نمبر ۲۴۹۵۔

۱۹۔ کنز التواریخ (قلمی)، از سید شاہ محمد یحییٰ ابو العلائی، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ نمبر ۳۸۸۳۔

۲۰۔ محیط الکلام (قلمی)، از وزیر علی عبرتیؔ، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈلسٹ نمبر ۱۵۱۹۔

۲۱۔ محبوب الالباب فی الکتب والکتاب، از خدا بخش خان، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔

۲۲۔ مرأت السعادت (مطبوعہ)، از وزیر علی عبرتیؔ، مطبع گلشن بہار پٹنہ، ۱۹۲۷ء۔

۲۳۔ مدینۃ الحکایات (قلمی)، از وزیر علی عبرتیؔ، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈ لسٹ نمبر ۳۶۳۹۔

۲۴۔ مصباح الاخلاق (قلمی)، از وزیر علی عبرتیؔ، مملوکہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہینڈلسٹ نمبر ۱۵۱۴۔

۲۵۔ مصباح المرکبات (قلمی)، ایضاً، ہینڈلسٹ نمبر ۴۴۹۶۔

۲۶۔ معراج الخیال (قلمی)، ایضاً، اکسیشن نمبر ۳۸۵۰۔

۲۷۔ معراج العشاق (قلمی)، ایضاً، ہینڈلسٹ نمبر ۴۰۰۴۔

۲۸۔ ندیم بہار نمبر، جولائی واگست ۱۹۳۳ء، مضمون از شادؔ عظیم آبادی و مضمون پروفیسر محفوظ الحق مرحوم، مطبع برقی پریس بانکی پور، پٹنہ۔

اردو میں حج کے سفر نامے-کتابیات

ڈاکٹر محمد شہاب الدین

سفر نامہ ایک صنف ادب ہے جس میں مسافر اپنے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات اور اپنے مشاہدات وقلبی تاثرات کو پیش کرتا ہے۔ وہ سفر کے دوران جن مناظر کو دیکھتا ہے اور ان کے زیر اثر اس کے اندر جو کیفیات اور احساسات پیدا ہوتے ہیں، ان کو وہ قلم بند کر لینا چاہتا ہے، تا کہ اس کی زندگی کے قیمتی اور یادگار لمحات محفوظ ہو جائیں اور دوسرے افراد اس کی روداد کے مطالعہ سے لطف وانبساط اور معلومات حاصل کرسکیں۔ سفر نامہ کی ایک ذیلی قسم حج کا سفر نامہ ہے، جس میں زائر حرمین اپنے سفر حج کے حالات وواقعات کو تحریر کرتا ہے۔ سفر نامہ کی اور قسموں کی طرح یہ صنف بھی بہت دل چسپ اور پرکشش ہے، بلکہ دینی و روحانی اور قلبی کیفیات کی شدت نے اس کو اور بھی پراثر بنا دیتی ہے۔ حج کے سفر ناموں کے علاوہ عمرہ کے سفر ناموں کی بھی ایک مختصر تعداد موجود ہے۔

حج کے سفر ناموں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں سب سے پہلا تحریر کردہ حج نامہ سید شاہ عطا حسین فانی گیاوی کا ''دید مغرب المعروف بہ ہدایت المسافرین'' ہے، جس کا زمانہ تصنیف ۱۸۴۴ء تا ۱۸۴۸ء ہے۔ یہ اب تک قلمی شکل میں خانقاہ منعمیہ، گیا میں موجود ہے۔ اس کی تین جلدیں تھیں، مگر اب صرف پہلی جلد کے شروع سے صفحہ ۳۵ تک کے اجزا موجود ہیں۔ بقیہ حصے مفقود ہیں۔ دوسرا غیر مطبوعہ حج نامہ نواب سکندر بیگم کا ہے، جو ''یادداشت تاریخ وقائع حج'' کے نام سے ۱۸۶۴ء میں تحریر کیا گیا، اور مخطوطہ کی شکل میں رضا لائبریری، رام پور میں موجود ہے۔

معرفت: پروفیسر سید محمد ہاشم، شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲۔

اردو میں سب سے پہلا مطبوعہ حج نامہ ''ماہ مغرب المعروف بہ کعبہ نما'' ہے، جو حاجی منصب علی خان کی تخلیق ہے۔ یہ ۱۸۷۱ء میں میرٹھ سے طبع ہوا۔ منصب علی خاں میرٹھ شہر کے رئیس اور سرکاری ملازم تھے۔ اس کے علاوہ اس عہد کے دیگر نمائندہ حج نامے درج ذیل ہے:

تجمل حسین ''سراج الحرمین'' (۱۲۹۰ھ/۷۴-۱۸۷۳ء)، علیم الدین ''رسالۂ حج'' (۱۸۹۲ء)، سید دلاور علی ''سیاحت الحرمین بزیارت الثقلین'' (۱۸۹۳ء)، محمد حفیظ اللہ ''سفر مانۂ عرب'' (۱۳۱۲ھ/ ۹۵-۱۸۹۴ء)، مرزا عرفان علی بیگ ''سفر نامۂ حجاز'' (۱۸۹۵ء) اور محمد عمر علی خان ''زادغریب'' (۱۳۱۳ھ/ ۹۶-۱۸۹۵ء)

اس عہد کے حج ناموں کے مطالعہ سے ان میں دو رجحان بہت نمایاں نظر آتے ہیں:

اول: رہ نمائی سفر اور دوم: حجاز کی تاریخ و جغرافیہ اور تہذیب و ثقافت کی پیش کش۔ چنانچہ اس عہد کے اکثر حج ناموں میں گائیڈ بک کی خصوصیات پوری طرح موجود ہیں۔ ان کے مصنّفین نے ریل اور سمندری سفر، قرنطینۂ کامران اور حجاز کے دشوار گذار اونٹوں کے سفر سے متعلق اپنے تجربات کے ساتھ آئندہ کے حجاج کے لیے مفید مشورے بھی تحریر کیے ہیں، جن کی اپنے عہد میں بہر حال اہمیت نظر آتی ہے۔ انہوں نے بیت اللہ، مکہ مکرمہ، عمارت روضۂ نبویؐ اور مسجد نبویؐ وغیرہ کی تاریخ بھی تحریر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس طرح سفر نامہ متعدد جگہوں پر تاریخ کی کتاب بنتا نظر آتا ہے۔ حج کے سفر ناموں میں حجاز کے راستوں، موسم، ماحول، آبادی، لوگوں کے رہن سہن، غذا، شادی بیاہ اور تہذیبی زندگی کے دیگر مظاہر بہ کثرت نظر آتے ہیں۔ البتہ مذکورہ عہد کی آخری دہائی کے حج ناموں میں ادبی خصوصیات نسبتاً زیادہ نمایاں ہیں۔ مرزا عرفان علی بیگ کا ''سفر نامہ حجاز'' (۱۸۹۵ء) ادبی و فنی خوبیوں کے اعتبار سے سب سے بلند مقام کا حامل ہے۔

دوسرے دور: ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان جو حج کے سفر نامے سے لکھے گئے ہیں، ان میں درج ذیل ممتاز حیثیت کے حامل ہیں:

احمد حسین خان ''سفر نامۂ حجاز و مصر'' (۱۹۰۴ء)، ڈاکٹر نور حسین صابرؔ ''رفیق الحجاج'' (۱۹۰۷ء)، خطیب قادر بادشاہ ''سفر حجاز'' (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء)، امۃ الغنی نور النساء ''سفر نامۂ حجاز، شام و مصر'' (۱۹۰۹ء)، محمد عبدالرحیم نقش بندی ''سفر حرمین الشریفین و ذکر مدینہ'' (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)،

خداداد خان ''پا پیادہ حج خداداد'' (ت-ن)، راحیل شیروانیہ ''زاد السبیل'' (۱۹۲۳ء)، مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی ''الفوز العظیم'' (۱۹۲۶ء)، مولانا غلام رسول مہر ''سفر نامۂ حجاز'' (۱۹۳۰ء)، مولانا عبدالماجد دریابادی ''سفر حجاز'' (۱۹۳۱ء)، حفظ الرحمان وفا ڈبائیوی ''راہ وفا'' (۱۹۳۸ء)۔

گذشتہ عہد کی طرح اس عہد کے حج ناموں میں بھی معمولی فرق کے ساتھ دو رجحان نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک رہ نمائی سفر اور دوسرا حجاز کی تہذیب و ثقافت اور رسوم و معاشرت کی پیش کش۔ البتہ اس عہد میں حجاز کی تاریخ کی شمولیت کا رجحان کم نظر آتا ہے، بلکہ متعدد حج ناموں میں حجاز کی جغرافیائی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی صورت حال زیادہ نظر آتی ہے۔ اسی کے ساتھ بیسویں صدی کے آغاز کے حج ناموں میں ادبی خصوصیات زیادہ نمایاں ہونے لگیں اور تیسری اور چوتھی دہائی کے حج ناموں میں فنی و ادبی معیار میں بلندی پیدا ہوگئی۔ اس عہد اور بالخصوص اس کی مذکورہ دہائیوں میں یہ خوش گوار تجربہ سامنے آیا کہ مصنّفین حج نامہ نے گذشتہ عہد کے خشک بیان کے بجائے خود کو منظر کا جز و بنانے کی کوشش کی، اور مشاہدے کو قلبی کیفیات سے گزار کر پیش کرنے کا اہتمام کیا۔ اس طرح حج ناموں میں ابداعی ادبی خصوصیات پیدا ہونے لگیں۔ اس کے علاوہ اس عہد کے حج نامہ نگاروں نے ایام حج کی روداد کو بھی ایک توازن اور حسن کے ساتھ حج ناموں میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ تکنیکی اعتبار سے اس عہد میں روز نامچہ نگاری کا رجحان بہت نمایاں رہا ہے۔

حج کے سفر ناموں کا تیسرا دور: ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۰ء تک کے سفر ناموں پر مشتمل ہے۔ اس عہد میں سب سے زیادہ حج کے سفر نامے لکھے گئے اور یہ سلسلہ ۲۰۰۰ء کے بعد بھی ارتقاء پذیر ہے۔ اس دور کے حج کے سفر ناموں میں درج ذیل زیادہ ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔

سید ابوالحسن علی ندوی ''اپنے گھر سے بیت اللہ تک'' (۱۹۴۹ء)، مسعود عالم ندوی ''دیار عرب میں چند ماہ'' (۱۹۵۰ء)، ماہر القادری ''کاروان حجاز'' (۱۹۵۴ء)، امین احسن اصلاحی ''مشاہدات حرم'' (۱۹۶۰ء)، محمد ذاکر علی خان ''میاں کی اٹریا تلے'' (۱۹۷۲ء)، ممتاز مفتی ''لبیک'' (۱۹۷۵ء)، سید اسعد گیلانی ''مشاہدات حرمین'' (۱۹۷۶ء)، حافظ لدھیانوی ''جمال حرمین'' (۱۹۷۷ء) ڈاکٹر عبدالرؤف ''مقدس سفر نامہ'' (۱۹۹۵ء)، صادقہ ذکی ''خیموں کے شہر میں'' (۱۹۹۸ء)، محمد قیوم

اعوان ''لاشریک'' (۱۹۹۹ء)، پروفیسر ممتاز چھٹہ ''جلال و جمال'' (۲۰۰۰ء)۔

اردو حج نامہ نگاری کے اس عہد میں فنی و ادبی اعتبار سے بہت سے اہم حج نامے لکھے گئے، جن میں سے متعدد تو اہم ادبی فن پارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس عہد کے حج ناموں میں ماضی سے مکمل انحراف نظر آتا ہے۔ اور توازن و جامعیت کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ حج نامہ نگاروں نے سفر کے مشاہدات، مکہ و مدینہ کے حالات، مقامات حج کے واقعات اور زیارات مقدسہ کے احوال کو توازن اور تناسب کے ساتھ پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس کے علاوہ قلبی کیفیات و احساسات اس عہد کے حج ناموں کا نمایاں جوہر ہیں۔ مصنّفین حج نامہ نے منظر کو داخلی کیفیات اور روحانی و جمالیاتی تجربات کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حج نامے اپنے مصنّفین کے لیے اظہار ذات کا وسیلہ بن کر سامنے آئے ہیں۔ اس عہد کے مصنّفین نے جدید طرز و اسلوب کو بھی حج ناموں میں کامیابی کے ساتھ برتا ہے۔ انہوں نے اپنی کیفیات و مشاہدات کے لیے سادہ و شگفتہ نثر کو اختیار کیا ہے۔ ان میں بالواسطہ اسلوب اور انشائیہ نگاری کی خصوصیات بھی نظر آتی ہیں۔

اس عہد کے حج ناموں میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان میں رہ نمائی کا رجحان خاصا کم ہو گیا ہے اور جغرافیہ اور تاریخ کی شمولیت میں بھی توازن پیدا ہوا ہے۔ البتہ یہ رجحان بطور خاص قابل ذکر ہے کہ اس عہد میں حج کے سفر نامے، عمرہ نامے اور ممالک اسلامیہ کے سفر نامے الگ الگ لکھے جانے لگے ہیں اور ان کی ایک ساتھ شمولیت کا رجحان بہت کم ہو گیا ہے۔

حج کے سفر ناموں کی ایک تعداد عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کے ترجموں پر مشتمل ہے۔ راقم کی معلومات کے مطابق اب تک جو ترجمے سامنے آئے ہیں، وہ یہ ہیں:

حکیم ناصر خسرو ''سفر نامۂ حکیم ناصر خسرو'' (سفر: ۴۳۷ھ/ ۱۰۴۶ء)، محمد ابن جبیر اندلسی ''سفر نامۂ محمد ابن جبیر اندلسی'' (سفر: ۵۷۸ھ/ ۱۱۸۳ء)، ابن بطوطہ ''سفر نامۂ ابن بطوطہ'' (۷۵۶ھ/ ۱۳۵۵ء)، عبدالحق محدث دہلوی ''دیار المحبوب'' (۱۰۰۱ھ/ ۹۳-۱۵۹۲ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''سعادت کونین'' (سفر: ۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء)، عبدالسلام الدرعی ''سفر نامۂ حج'' (سفر: ۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۲ء)، رفیع الدین فاروقی ''سفر نامۂ حجاز'' (سفر: ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۶ء)، جان لوئیس بورک ہارڈ ''سفر نامۂ حجاز'' (۱۸۲۹ء)، محمد مصطفیٰ خان شیفتہ ''سراج منیر''

(سفر: ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۹ء)، کپتان رچرڈ فریڈرک برٹن ''سفر دار المصطفیٰ'' (۱۸۵۵ء)، کرنل شاہ بیگ خان ''سفر ایام سعیدہ بانکات مفیدہ'' (روداد سفر: ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۴ء)، ویول ''انوکھا حاجی'' (سفر: ۱۹۰۸ء)، سر نظامت جنگ بہادر ''عربستان مقدس'' (سفر: ۱۹۳۸ء)، ایولن کبولڈ زینب ''حج زینب'' (۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء)۔

ان حج ناموں کے مطالعے سے یہ صورت حال سامنے آتی ہے کہ ان کے مصنّفین میں ناصر خسرو اور ابن جبیر، عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ، اور رفیع الدین فاروقی اور شیفتؔہ کے سفر ناموں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ناصر خسرو اور ابن جبیر کے سفر ناموں کا شمار قدیم ترین حج ناموں میں ہوتا ہے۔ ان کے یہاں آثار و نوادر کی کثرت اور مقامات سفر کے تفصیلی حالات و مشاہدات تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان قدیم ترین حج ناموں میں سفر نامہ کا عام طرز نظر آتا ہے، عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سفر نامے کے مشتملات اگرچہ مختلف نوعیت کے ہیں، مگر یہ ہندوستان کے ابتدائی حج نامے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی میں بھی سفر نامہ کا طرز تحریر اختیار نہیں کیا گیا ہے، اور نہ ہی ایام حج کے حالات تحریر کیے گئے ہیں، اول الذکر میں مدینہ کی تاریخ اور فضائل سے متعلق مواد موجود ہے، جب کہ ثانی الذکر میں سفر حج کے روحانی مشاہدات و انکشافات تحریر کیے گئے ہیں۔ ان میں سفر نامہ کا اسلوب مختصر طور پر نظر آتا ہے۔ رفیع الدین فاروقی اور شیفتؔہ کے سفر ناموں میں یہ مماثلت پائی جاتی ہے کہ دونوں میں تذکرہ و سوانح کے عناصر موجود ہیں۔ ان میں ہند کے مختلف شہروں کے حالات اور وہاں کے نمایاں افراد کا تذکرہ ہے۔ ان دونوں حج ناموں میں ایام حج کے حالات میں اختصار ہے۔ البتہ ان میں عقیدت و محبت کے گہرے جذبات موجود ہیں، اور ان کے اسلوب میں بھی بہت پختگی پائی جاتی ہے۔ شیفتؔہ کے یہاں مرصع زبان کا استعمال بھی ملتا ہے۔

ان حج ناموں کے علاوہ جان لوئیس بورک ہارڈ، رچرڈ فریڈرک برٹن اور ویول ایسے سیاحان حجاز ہیں، جو اصلاً عیسائی تھے، اور جنہوں نے مسلمان کا بھیس بدل کر حجاز کا سفر اختیار کیا، اور مراسم حج ادا کیے تھے۔ ان تینوں کے یہاں خفیہ طور پر حجاز کے سفر کے باعث مطمح نظر میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ انہوں نے حجاز اور وہاں کی زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق مشاہدات و واقعات

کو بہت تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے، اوران کی تحریروں میں سادگی اور بے تکلفی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ برٹن کے سفرنامے میں شگفتگی نسبتاً زیادہ نمایاں ہے۔

مذکورہ بالا مترجمہ حج ناموں میں سے عام طور پر مشاہدہ کی گہرائی، تنوع اورتوازن پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر میں داخلی کیفیات کا اظہار بھی بڑی عقیدت اورخلوص کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اوران میں ادبی حسن بھی ہے، چند کے علاوہ بقیہ سبھی فنی اورادبی اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

ذیل میں حج کے سفرناموں کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے۔ اس میں حج کے ان سفرناموں کو شامل کیا گیا ہے، جو باقاعدہ کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں۔ البتہ کچھ ایسے حج نامے جو بعض مصنّفین کی خودنوشت سوانح کا جز ہیں یا بیسویں صدی کی ستّر کی دہائی کے بعد کے عام سفرناموں میں پائے جاتے ہیں یا رسائل میں شائع ہوئے ہیں، ان کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ ستّر کی دہائی کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اس دہائی تک حج ناموں اور سفرناموں کو ایک ساتھ لکھے جانے کا رجحان موجود تھا، البتہ اس کے بعد اس رجحان میں کمی آگئی۔

راقم نے اپنی تحقیق کے دوران حج کے ان سفرناموں کو مختلف ذرائع سے اکٹھا کیا ہے، اور یہ اس کی معلومات کے مطابق حج کے سفرناموں کی اب تک کی سب سے مفصل فہرست ہے۔ اس کے باوجود حرف آخر کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح کی فہرستوں میں اس کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ حج کے سفرنامے اس کثرت سے لکھے گئے ہیں کہ کسی کے لیے ان سب کا احاطہ کرلینا تقریباً ناممکن ہے۔ مکانی اعتبار سے حج کے سفرنامے زیادہ تر پاکستان میں لکھے گئے ہیں۔ بالخصوص وہاں لکھے گئے حج کے سفرناموں کی ایک تعداد ایسی بھی ہوسکتی ہے، جن تک راقم سطور کی رسائی نہیں ہو پائی ہو۔ قارئین اگر مقالہ نگار کو حج کے مزید سفرناموں سے مطلع فرمائیں، تو اس کا استقبال کیا جائے گا۔

کتابیات

آغا امیر حسین	اللہ کا مہمان	لاہور	کلاسیک	۱۹۹۷ء
آفتاب حسین	اللہم لبیک	......	......	......

آقا شیخ محمد	یاور حجاج	حیدرآباد	مطبع رحمانی	ت-ن
آل حسن، سید	سفر نامہ	بلند شہر	ایم۔اے۔پرنٹرس	ت-ن
ابن بطوطہ/جعفری، رئیس احمد	سفر نامۂ ابن بطوطہ	کراچی	نفیس اکیڈمی	......
ابن بطوطہ/عطاء الرحمٰن، مولانا	عجائب الاسفار	دہلی	رحمانی پریس	۱۹۲۹ء
ابن بطوطہ/محمد حسین، مولوی	سفر نامۂ ابن بطوطہ	دہلی	عاکف بک ڈپو	۱۹۹۸ء
ابوالبرکات، حاجی	ذوق انقلاب	کراچی	ویلکم بک پورٹ	۲۰۰۲ء
ابوالبیان حبان عمری، زہرہ بتول	سفر نامۂ حجاز وایران	وانم باڑی	تاج پرنٹرس	۲۰۰۹ء
ابوالخیر	حج ایک نظر میں	گیا	مصنف	۱۹۷۶ء
ابوالمعظم سید عبد عبدالغفار	حج معظم	حیدرآباد	اعظم اسٹیم پریس	۱۹۳۶ء
ابوالنصر منظور احمد/قاسم الرضوی (مرتب)	حضور الحرمین	ساہیوال	مکتبہ فریدیہ	......
ابوحمید انور	نہ آئیں جاکے وہاں سے	لائل پور	ملک برادرز	۱۹۶۷ء
ابوسعید محمد عبدالہادی	ہادی الحجاج	حیدرآباد	حمایت دکن پریس	۱۳۵۱ھ
ابوسلمان شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر	تحفۂ حج	کراچی	مکتبۂ اسعدیہ	۲۰۰۳ء
ابویوسف، حافظ	جلوۂ حرم	حیدرآباد	مولانا آزاد اکیڈمی	۱۹۷۵ء
احسان الٰہی ظہیر	سفر حجاز	لاہور	علامہ احسان الٰہی ظہیر اکیڈمی	۱۹۸۷ء
احمد پیلی بھیتی، قاری	مشاہدات حرمین	کراچی	افضل جیلانی اسٹورس	۱۹۵۴ء
احمد حسین خان، نواب	سفر نامۂ حجاز ومصر	دہلی	کرزن اسٹیم پریس	۱۹۰۴ء
احمد سعید ملیح آبادی	اللہ کے گھر میں	کلکتہ	مصنف	۱۹۷۲ء
احمد غریب ومحمد صدیق	غریب کا حج	بمبئی	تاج کمپنی	......
احمد یار خان، مفتی	سفر نامہ	لاہور	سنی نوری کتبخانہ	۱۹۵۴ء
اختر حسین، سید	پہلا قدم	دہلی	کتبخانہ عزیزیہ	۲۰۰۳ء
ادیبؔ، نجم الحسن انجم	ارض مقدس کا سفر	نئی دہلی	فرید بک ڈپو	۱۴۲۶ھ

ارشاد احمد	مولانا مودودی کا دورۂ مشرق وسطیٰ	لاہور	مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی	۱۹۵۷ء
اسد ملتانی	تحفۂ حرم (منظوم)	ملتان	ادارۂ روزنامہ شمس	۱۹۵۴ء
اسماعیل ذبیح ایڈوکیٹ	روزنامچہ سفر حج مکرم	حیدرآباد دکن	مطبع ابراہیمیہ	۱۹۵۴ء
اصلاحی، امین احسن	مشاہدات حرم	لاہور	دارالتذکیر	۲۰۰۰ء
اعظم علی، سید	جادۂ حق	پٹنہ	مطبع احمدی	۱۲۹۶ء
اعظمی، اعجاز احمد	بطواف کعبہ رفتم	دیوبند	کتب خانہ نعیمیہ	ت-ن
اعظمی، عبدالستار	نسیم حجاز (مکتوبات)	جون پور	دارالقلم، جامعہ چشتیہ	۲۰۰۳ء
اعوان، محمد الطاف طاہر	سفر سعادت	......	......	......
اعوان، محمد رفیق	مکہ مدینہ	ہری پور	......	۱۹۹۸ء
اعوان، محمد قیوم	لاشریک	لاہور	ساگر پبلی شرز	۱۹۹۹ء
افروغ حسن، حافظ	بلاوا آ ہی گیا	لاہور	مکتبہ اردو ڈائجسٹ	۱۴۰۸ھ
افسرالملک بہادر	سرافسرالملک بہادر کا دوسرا سفر	......	م-ن	ت-ن
افضل کیانی	بلاوا	جہلم	بک کارنر	۱۹۸۰ء
اقبال، منیرہ خانم	ارض حرم اور ہم	کراچی	......	۱۹۹۵ء
الیاس صدیقی	رب اغفر وارحم	مالی گاؤں	صدیقی زیراکس	۲۰۰۱ء
اللہ ودہایا درویش	انوار مدینہ	لائل پور	مصنف	۱۹۶۸ء
ام ہانی	تجلیات حرمین	پٹنہ	ادارۂ رفیق	۱۹۸۶ء
امۃ الغنی نورالنساء	سفرنامۂ حجاز، شام و مصر	حیدرآباد	ورڈ ماسٹر کمپیوٹر پبلی کیشنز	۱۹۹۶ء
امجد، سید احمد حسین	حج امجد	حیدرآباد دکن	عماد پریس	ت-ن
امیر احمد علوی، منشی	سفر سعادت	لکھنؤ	دارالناظر پریس	۱۹۳۲ء
امیرالدین، حکیم	رہ نمائے حجاج کلاں المعروف بہ سفرنامہ حجاز کلاں	ملتان	صدیقیہ پریس	۱۹۵۲ء
امیر حمزہ	لبیک اللھم لبیک	دہلی	سلفی پبلی کیشنز	۲۰۰۶ء

مصنف	کتاب	مقام	ناشر	سنہ
اندلسی، محمد ابن جبیر	سفرنامہ محمد ابن جبیر اندلسی (ترجمہ)	رام پور	مطبع احمدی	ت-ن
انصاری، محمد اقبال	نیل سے فرات تک	دہلی	مکتبۂ برہان	۱۹۶۲ء
انصاری، محمد رضا	حج کا سفر	لکھنؤ	فرنگی محل کتاب گھر	۱۹۶۶ء
انور ملک، مسز	زیارت حرمین	لاہور	نیو کریسنٹ پبلیشرز	ت-ن
اے۔آر خالد	عجمی کا حج	لاہور	آتش فشاں پبلی کیشنز	۱۹۸۸ء
ایچ۔بی۔خان، ڈاکٹر	کراچی سے گنبد خضرا تک	کراچی	الحمد اکادمی	۱۹۸۶ء
الیس ابن علی	روزنامچۂ مقدس	مرادآباد	مطبع مطلع العلوم	۱۹۳۰ء
بادشاہ، خطیب قادر	سفر حجاز	مدراس	مطبع نامی	۱۳۴۵ھ
بٹلہ، محمد احمد	عمل	دہلی	جید برقی پریس	۱۹۳۱ء
بدایونی، محمد عبدالحامد	مشیر الحجاج	ملتان	مطبع شمس	۱۳۵۷ھ
برٹن، رچرڈ فریڈرک	سفر دارالمصطفیٰ (ترجمہ)	لاہور	حمیدیہ اسٹیم پریس	ت-ن
برکت علی، سید	رہ نمائے حجاج	بجنور	مطبع مہر نیم روز	۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء
برنی، محمد الیاس	صراط الحمید	علی گڑھ	مسلم یونی ورسٹی پریس	۱۹۲۸ء
بشریٰ اعجاز	عرض حال	لاہور	ڈیفینس کوآپریٹو سوسائٹی	۱۹۸۶ء
بورک ہارڈ، جان لوئیس	سفرنامۂ حجاز (ترجمہ)	حیدرآباد	تاج پریس	۱۳۴۴ھ
بہادر شاہ خان	رفیق حج	......	......	۱۸۸۸ء
بہاء الدین احمد، سید	گلستان حجاز	پٹنہ	لیبل لیتھو پریس	۱۹۷۳ء
بھٹی، حافظ جاوید اقبال	بیت اللہ کے سائے میں	لاہور	اذان سحر پبلی کیشنز	۲۰۰۰ء
بے تاب، بشیر احمد	بیت اللہ اور گنبد خضرا کے سائے تلے	صادق آباد	......	۲۰۰۰ء
بیگ خان، شاہ محمد فاضل	سفر ایام سعیدہ (ترجمہ)	......	......	......
بیگ، مرزا عبدالحلیم	سرگزشت حجاز	لکھنؤ	مطبع نول کشور	......
بیگم، زینت النساء	میرا سفر	راول پنڈی	مصنفہ	۱۹۷۰ء
پراچہ، فرید احمد	سفر شوق	لاہور	البدر پبلی کیشنز	۱۹۸۲ء

تابش مہدی	وہ گلیاں یاد آتی ہیں	نئی دہلی	ادبیات عالیہ اکادمی	۲۰۰۷ء
تاج محمد شیخ	سفرنامۂ حج مبارک	اسلام آباد	مصنف	۱۹۸۴ء
تائب، حکیم حفیظ اللہ	تذکرۂ حج	لاہور	مصنف	۲۰۰۰ء
تجمل حسین، حاجی	سراج الحرمین	بریلی	مطبع صدیقی	۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء
ٹونکی، سید ساجد علی	جانب حرم	دہلی	خواجہ پریس	۲۰۰۵ء
ثریا جبیں	میں موت ڈھونڈتی ہوں زمین حجاز میں	جہلم	بک کارنر	۱۹۸۰ء
ثناء اللہ امرتسری، مولانا	سفرنامۂ حجاز	فیصل آباد	طارق اکیڈمی	۲۰۰۴ء
جلال الدین بن شیخ میراں	سفرنامۂ حرمین شریفین	مدراس	......	۱۹۰۹ء
جمیل احمد بالاکوٹی	دیار عرب میں چند روز	سرائے عالمگیر	الحبیب سویٹس اینڈ بیکرز	......
جنجوعہ، چودھری عبدالحمید خان	کلید جنت	گوجرانوالہ	......	۱۳۵۶ھ
چراغ الدین پسروری	حج کا ساتھی	دہلی	ابن عربی کارکن حلقہ مشائخ	۱۹۲۸ء
چشتی، سید شرافت حسین	روداد سفر حجاز مقدس	کراچی	مصنف	۱۹۷۹ء
چودھری، شبیر احمد	سفرنامہ حج	لاہور	پیپر کارنر	۱۹۶۰ء
چودھری، محمد اسلم	حرم میں دو سو روز	لاہور	ویژن پبلی کیشنز	۱۹۸۴ء
حاجی ذاکر حسین، سید	سفر حجاز	کراچی	انٹرنیشنل پریس	۱۹۷۴ء
حافظ بصیر پوری	اس دیار میں	ساہیوال	مکتبہ گہوارۂ ادب	۱۹۷۸ء
حافظ لدھیانوی	جمال حرمین	لاہور	جنگ پبلی شرز	۱۹۸۹ء
حافظ لدھیانوی	معراج سفر (منظوم)	فیصل آباد	بیت الادب	۱۹۹۰ء
حافظ لدھیانوی	منزل سعادت	کراچی	کراچی پورٹ ٹرسٹ	۱۹۸۴ء
حامد حسین عرف میاں خان	سفرنامہ حجاز المعروف بہ سیر حامدیہ	کانپور	مطبع قیومی	۱۹۱۹ء
حسرت بریلوی، مرزا	سفرنامہ حجاز و مصر	......	......	۱۹۰۴ء

حسن احمد ٹونکی، محمد محسن	سفر حج کے تاثرات	......	......	۱۹۷۵ء
حسین، رکن الدین	سفرنامہ حجاز	اٹاوہ	احمد دین مارہروی	۱۹۳۹ء
حفیظ اللہ، محمد	سفرنامہ عرب	پٹنہ	مطبع احمدی	۱۳۱۲ھ
حفیظ، محمد حفیظ الرحمان	سفرنامۂ حجاز	دہلی	محبوب احمدی	۱۹۳۳ء
حمیدہ فاطمہ، سیدہ	لاہور سے دیار حبیب تک	لاہور	الحمراء پرنٹرز	۱۹۸۳ء
حیدر علی خان	دنیا کی سیر	لکھنؤ	سرفراز قومی پریس	۱۹۶۳ء
خادم، عبدالمجید سوہدروی	سفرنامۂ حجاز	سوہدرہ	مسلمان کمپنی	۱۹۵۱ء
خالد رشید	لبیک	لاہور	سحر پبلی کیشنز	ت-ن
خاموش، ابوالقلم فتح پوری	مرقع حجاز	......	......	۱۹۳۵ء
خان، حفیظ الرحمان	سجدہ ہر ہر گام کیا	بک ہوم	لاہور	۲۰۰۴ء
خان، راشد حسین	راہ عشق	......	......	۱۹۵۶ء
خان، سید رضا حسین	سفرنامہ عراق وخراسان......	دہلی	مقبول پریس	۱۳۳۰ھ
خان، عبدالحمید	نظرے خوش گزرے	لاہور	فیروز سنز	۱۹۶۶ء
خان، کلیم اللہ	حضور مع اللہ	لاہور	منہاج القرآن پبلی کیشنز	۲۰۰۳ء
خان، محمد اشرف	رہنمائے مقامات مقدسہ	لاہور	مسلم پرنٹنگ پریس	۱۹۳۱ء
خان، محمد ذاکر علی	میاں کی اٹریا تلے	کراچی	انٹرنیشنل پریس	۱۹۷۲ء
خان، محمد ذاکر علی	حدیث حرم	کراچی	علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی	۱۳۹۲ھ
خان، محمد ذاکر علی	مرحبا الحاج	کراچی	علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی	۱۹۷۶ء
خان، مقصود الرحمان	در مقصود	راول پنڈی	......	۱۹۶۸ء
خان، منصب علی	ماہ مغرب المعروف بہ کعبہ نما	میرٹھ	مطبع محبّ کشور ہند	۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء
خان، نواب محمد عمر علی	زاد غریب	میرٹھ	مطبع گلزار محمدی	۱۳۱۳ھ
خاور، حسن المرتضیٰ	دیار حبیب میں	رحیم یار خان	ادارہ اشاعت اسلام	۱۹۸۶ء دوم
خٹک، مسرت جہاں	خوشبوؤں کے دیس میں	پشاور	ادارۂ ابلاغ	۱۹۹۸ء

	محبتوں کا سفر			
خداداد خان	پا پیادہ حج خداداد	مرادآباد	مصنف	ت-ن
خدیجہ ریاض	دیار حرم میں اکتالیس روز	ملتان	بیکن بکس	۱۹۹۸ء
خدیجہ نثار	یاد حرم	جلگاؤں	مصنفہ	۱۹۹۹ء
خسرو، حکیم ناصر	سفرنامہ حکیم ناصر خسرو (ترجمہ)	دہلی	انجمن ترقی اردو	۱۹۴۱ء
خسرو شاہ نظامی، عبدالغنی انصاری	حرمین شریفین کی دید و شنید	حیدرآباد دکن	م-ن	۱۳۵۶ھ
خطیب قادر بادشاہ	سفر حجاز	مدراس	مطبع نامی	۱۳۴۵ھ
خلیق، عبدالخالق	سفرنامہ حج بیت اللہ (مسودہ گوٹو کاپی)	پٹنہ	خدابخش لائبریری	۱۹۷۰ء
خورشید، خورشید عالم	حج اور شہادت حافظ محمد مقصود خورشید	لاہور	......	۱۹۷۶ء
خورشید، مسعود احمد	حج بیت اللہ شریف	کراچی	ایجوکیشنل پریس	ت-ن
دُرانی، احمد خان	نور کی ندیاں	ملتان	کاروان ادب	۱۹۸۳ء
دلاور علی، مولوی سید	سیاحت الحرمین	حیدرآباد دکن	مطبع عزیز	ت-ن
دولت علی، حاجی	مسائل سفر اور حج	م-ن	م-ن	ت-ن
ذاکر حسین، سید	سفر حجاز	کراچی	انٹرنیشنل پریس	۱۹۷۴ء
ذوقی شاہ، سید محمد	حج ذوقی	کراچی	محفل ذوقیہ	۱۹۵۱ء
راجہ محمد شریف	آئینۂ حجاز	جوہرآباد	زاہد اکیڈمی	۱۹۷۰ء
راجہ ندیم اللہ	بلاوا	م-ن	م-ن	۲۰۰۱ء
راحت نسیم دوہدروی	سرزمین پاک سے ارض مقدس تک	لاہور	حروف پبلی کیشنز	۱۹۸۹ء
راحیل شیروانیہ	زادالسبیل	......	......	......
رحم علی ٹیکروی	اشرف السفر	سہارن پور	خیرخواہ سرکار پریس	ت-ن
رحیم بخش/واحد بخش کیپٹن (مرتب)	سفرنامہ بیت اللہ شریف	......	مطبع منشی ہر پرشاد	۱۹۶۸ء

رضوی، سید محبوب	مکاتیب حجاز	دیوبند	مکتبۂ حنفیہ	۱۹۷۳ء
رضوی، محمد مرتضیٰ شیر	خیابان بے خزاں	پٹنہ	اکبری پریس	ت-ن
رضی الدین احمد، سید	سفرنامہ حجاز مقدس	پٹنہ	مصنف	ت-ن
رفیع الدین فاروقی	سفرنامۂ حجاز (ترجمہ)	لکھنؤ	کتب خانہ الفرقان	۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء
زاہد حسین، ڈاکٹر سید	رہنمائے حجاج	الٰہ آباد	پاپولر پرنٹنگ ورکس	۱۹۳۲ء
زیدی الوری، سید محمود حسین	سفرنامہ حج	جاورہ	دارالطبع سرکار جاورہ	۱۹۴۴ء
زینب، ایولن کبولڈ	حج زینب (ترجمہ)	حیدرآباد	عبدالرزاق تاجر کتب	۱۳۵۸ھ
سبحان اللہ گورکھ پوری	میرا سفر حج	گورکھ پور	صلح کل پریس	ت-ن
سجاد حسین شاہ پوری، سید	سفر حجاز	لکھنؤ	ادبی پریس	۱۹۳۱ء
سراج الیقین، محمد	سراج وہاج	لکھنؤ	فخر المطابع	ت-ن
سعد اللہ ایڈووکیٹ	سفرنامہ	کراچی	مصنف	۱۹۶۴ء
سعید اختر، محمد	سوئے حرمین	مرید کے	طاہر پبلی کیشنز	۱۹۸۷ء
سعید الدین	کیفیات حج بیت اللہ	کراچی	ادارۂ نگارش	۱۹۸۳ء
سکندر بیگم، نواب	یادداشت تاریخ وقائع حج (قلمی)	رام پور	رضا لائبریری	۱۸۶۱ء
سلطان الطاف علی، ڈاکٹر	سفر حجاز مقدس (قلمی)	کوئٹہ	سلطان الطاف علی	۱۹۷۸ء، ۱۹۸۷ء
سلطان جہاں بیگم	روضۃ الریاحین	بھوپال	مطبع سلطانی	۱۳۲۴ھ
سلطان داؤد	سفرنامہ حجاز	لاہور	نور کمپنی	۱۹۶۳ء
سلیمان سالک	قطرہ سمندر میں	لکھنؤ	مکتبہ دین وادب	۱۹۷۸ء
سیدہ مہر	سفر تابندہ	حیدرآباد	......	۱۹۹۴ء
شاکر کنڈان	جادۂ شوق ومحبت	کنڈان (سرگودھا)	ادارۂ فروغ ادب	۱۹۹۹ء
شاہ، شوکت علی	پہنچے ترے حضور	لاہور	خزینۂ علم وادب	۲۰۰۲ء
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	سعادت کونین (ترجمہ)	دہلی	مطبع احمدی	ت-ن
شبلی، عبدالرحیم	رب کعبہ کے حضور	لاہور	پیپلز پبلشرز	۱۹۷۳ء

شعیب اعظمی، پروفیسر	بطواف کعبہ رفتم	نئی دہلی	اسلامک بک فاؤنڈیشن	۲۰۰۳ء
شعیبی، سید محمد عقیل	رحلۃ الحرمین	بہار شریف	بہار پریس	۱۹۳۱ء
شفیق صدیقی	حجاز نامہ	جون پور	یونائیٹڈ انڈیا پریس	ت-ن
شمس الدین	سفرنامہ شمس الحجاج	بریلی	انصار پریس	۱۳۵۰ھ
شمس النبی امروہوی	سعی مقصود الی دار الخلود	لاہور	عالمگیر پریس	۱۹۵۷ء
شمس کاشمیری	جہلم سے عرفات تک	گجرات	چناب اکیڈمی	۱۹۷۹ء
شمسی، شکیل احمد	ارض حرم تک	لکھنؤ	نسیم بک ڈپو	۱۹۶۹ء
شمشیر علی خان راؤ	دیار حبیب-آنکھوں دیکھا حال	ہڈرزفیلڈ، برطانیہ	انٹرنیشنل تبلیغی مشن	ت-ن
شیخ، ڈاکٹر کیپٹن غلام سرور	تکمیل آرزو	فیصل آباد	دولت کارپوریشن	۲۰۰۳ء
شیر بہادر خان پنی	مشاہدات وتاثرات	ایبٹ آباد	مصنف	۱۹۷۷ء
شیروانی، حبیب الرحمان خان	الفوز العظیم	اعظم گڈھ	معارف پریس	۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء
شیروانی، نصر اللہ خان	سفرنامہ حج (مسودہ)	علی گڑھ	مفتی محمد مشتاق تجاروی	۱۹۲۶ء
شیفتہ، کاظم حسین، کنتوری	سفرنامۂ حرمین الشریفین	لکھنؤ	......	۱۸۹۱ء
شیفتہ، محمد مصطفیٰ خان	سراج منیر (ترجمہ)	آگرہ	مطبع آگرہ اخبار	۱۹۱۰ء
صابر، محمد شفیع	سفرنامۂ حج وزیارات	پشاور	منظور عام پریس	۱۹۷۲ء
صابر، نور حسین	رفیق الحجاج	لاہور	خادم التعلیم اسٹیم پریس	۱۹۰۷ء
صابری، محمد امداد	اللہ کے گھر میں بار بار حاضری	دہلی	جمال پریس	۱۹۸۶ء
صابری، محمد عبد الرحیم، ہاشمی	عرفان الحج حصہ دوم	میدک۔اے پی	......	ت-ن
صادق قریشی	پھر سوئے حرم	لاہور	دار الادب	۱۹۸۱ء
صادق محمد، سر محمد عزیز الرحمان	حج صادق	دہلی	محبوب المطابع برقی پریس	۱۹۳۶ء
صادقہ ذکی	خیموں کے شہر میں	نئی دہلی	مصنفہ	۱۹۹۸ء
صارم، عبد الصمد	سفرنامہ حج وزیارت	لاہور	دار الاشاعت پنجاب	۱۹۵۹ء

صدیق آلدوری	اللہ کے مہمان اوران کے میزبان	بنگلور	سلمیٰ پبلیشی	۲۰۰۵ء
صدیقی، انیس احمد	زیارت الحرمین الشریفین	لاہور	مرکزی مجلس اشاعت اسلام	۱۹۶۵ء
صدیقی، عبدالمجید	سبیل الرشاد	کراچی	انجمن مسلمانان پنجاب	۱۹۳۶ء
صدیقی، عتیق الرحمان	شوق حرم	لاہور	نوراسلام اکیڈمی	۲۰۰۲ء
صفدر جنگ، محمد عبدالوہاب	سفرنامہ سعادت	دہلی	محبوب المطابع	۱۹۳۴ء
صفیہ صابری	سفر لبیک	فیصل آباد	نعت اکادمی	۱۹۹۰ء
صوفی، محمد عبداللطیف	دیاررسول: پاکستان سے دیار حبیب تک	لاہور	مصنف	۱۹۵۲ء
ضمیرالدین احمد، شیخ	سفر مبارک	کراچی	......	۱۹۸۱ء
ضیائی، محمد یوسف	سفر حرمین شریفین	لاہور	الرزاق پبلی کیشنز	۲۰۰۲ء
طاہر محمود	اعجاز حجاز	لاہور	مصنف	۲۰۰۳ء
طاہرہ، ڈاکٹر قرۃ العین	دسترس میں آسماں	اسلام آباد	نیشنل بک فاؤنڈیشن	۲۰۰۲ء
طلعت اقبال	داستان سفر شوق	کراچی	......	۲۰۰۱ء
طور، مسعود احمد	اللہ کے حضور	لاہور	......	۱۹۹۸ء
طیب عثمانی ندوی	سفرنامہ حرمین	نئی دہلی	اپلائیڈ پبلی کیشنز	۱۹۹۹ء
ظافر، ممتاز اختر	منزل	گوجرانوالہ	فروغ ادب اکیڈمی	۱۹۸۶ء
ظفر علی چودھری	تذکرہ دیار حرم	لاہور	مکتبہ تنویر القرآن	۱۹۷۵ء
ظفر، مفتاح الدین	سفر مقدس	لاہور	مکتبۂ مصنّفین	۱۹۷۰ء
عابدی، محمد قاسم شاہ جہانپوری	رہنمائے حرمین الشریفین	حیدرآباد دکن	تاج پریس	۱۹۱۱ء
عاجز، کلیم احمد	یہاں سے کعبہ، کعبہ سے مدینہ	نئی دہلی	عرشی پبلی کیشنز انڈیا	۱۹۸۱ء
عارف عزیز	مسافر حرم	بھوپال	......	......
عارف، محمود الحسن	تابخاک حرم	لاہور	الفیصل	۱۹۹۷ء

عبدالبصیر، مولانا محمد	تاریخ قبلہ المعروف بہ رہنمائے حج	حیدرآباد	م-ن	۱۳۴۸ھ
عبدالحق محدث دہلوی	دیارالمحبوب (ترجمہ)	دہلی	تاج کمپنی	۱۹۸۴ء
عبدالحلیم بیگ، مرزا	میرا پہلا سفر حج	حیدرآباد دکن	......	۱۳۵۰ھ
عبدالحمید بوہر	سفرنامہ حجاز	......	......	......
عبدالحنان، مولانا	خطبات برطانیہ وحجاز مقدس	دیوبند	کتب خانہ فخریہ	۱۹۷۹ء
عبدالخبیر بجنوری	سفرنامہ بلاد اسلامیہ	بجنور	مدینہ پریس	۱۹۳۵ء
عبدالرحمان ثانی / محمد عارف (مرتب)	تین مہینے دیار حرم میں	میرپور	......	۱۹۶۵ء
عبدالرحمان عبد	آنحضور کے نقش قدم پر (۴ جلدیں)	لاہور	جنگ پبلشرز	۱۹۹۱ء
عبدالرحیم، شیخ	پیر حرم اور زائر حرم	لاہور	قومی کتب خانہ	۱۹۵۱ء
عبدالرحیم غازی پوری	سفرنامہ رحیمی المعروف بہ رفیق الحجاج	کلکتہ	قادریہ پریس	۱۹۱۵ء
عبدالرؤف رحمانی	سفرنامہ حجاز	جھنڈانگر، نیپال	مصنف	ت-ن
عبدالرؤف، ڈاکٹر	مقدس سفرنامہ	لاہور	فیروز سنز	۱۹۹۵ء
عبدالسلام الدرعی	سفرنامہ حج (ترجمہ)	نئی دہلی	مجلس علمی	۱۹۹۱ء
عبدالغفار، ابوالمعظم سید	حج معظم	حیدرآباد	......	ت-ن
عبدالغفار، محمد	شمع حرم	حیدرآباد	مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس	۱۳۵۷ھ
عبدالغفور، حکیم محمد	الرحلۃ الحجازیۃ	دہلی	مطبع فاروقی	۱۹۰۹ء
عبدالغنی، پیر	سفر محمود عمرہ و حج	سوپور	غنی پرنٹنگ پریس	ت-ن
عبدالکریم ثمر	میں نے حجاز میں کیا دیکھا	لاہور	مکتبہ عرفان	۱۹۵۹ء
عبداللطیف، مولانا	سفرنامہ دیار حبیب	لاہور	مکتبہ تعمیر حیات	۱۹۶۴ء
عبداللہ مدنی جھنڈانگری	سوئے حرم	کاٹھمانڈو	مرکز التوحید	۲۰۰۰ء

مصنف	کتاب	مقام	ناشر	سنہ
عبداللہ ملک	حدیث دل	لاہور	کوثر پبلشرز	۱۹۷۳ء
عبدالماجد دریابادی	سفر حجاز	لکھنؤ	نسیم بک ڈپو	۱۹۶۷ء
عبدالملک عبدالقیوم خان، محمد	حجاز وماوراے حجاز (اول)	مدینہ	......	۱۳۹۳ھ
عبدالمنان وزیرآبادی	سفر حج	......	......	......
عثمانی، ظفر احمد تھانوی	سفرنامہ حجاز و زیارت حرمین شریفین	سہارن پور	خیرخواہ سرکار پریس	ت-ن
عرفان علی بیگ، مرزا	سفرنامہ حجاز	لکھنؤ	مطبع منشی نول کشور	۱۸۵۹ء
عرفانی، ملک صادق علی	تحفۃ الزائرین واحکام حج	لاہور	شیعہ جنرل بک ایجنسی	۱۹۶۰ء دوم
عزیز الملک سلیمانی / عصمت عزیز (مرتب)	حج مبرور	کراچی	مشہور پریس	۱۳۷۶ھ
عزیز لدھیانوی	یہ بڑے نصیب کی بات ہے	گوجرنوالہ	مکتبہ شگوفہ	۱۹۹۵ء
علقمہ شبلی	دیار حرم میں	کلکتہ	اثبات ونفی پبلی کیشنز	۱۹۹۸ء
علوی، عفت الٰہی	سفرنامہ حجاز وحج بیت اللہ	کراچی	انجمن پریس	۱۹۶۹ء
علوی، نعیم فاطمہ	عقیدتوں کا سفر	اسلام آباد	......	۲۰۰۷ء
علیم الدین، حاجی	رسالہ حج	لکھنؤ	نامی پریس	۱۸۹۲ء
عمری، سید جلال الدین	سوئے حرم چلا	نئی دہلی	مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز	۱۹۹۹ء
عنایت علی تھانیسری، سید	سیر عرب	بجنور	مطبع مشرق العلوم	ت-ن
غازی، عبدالرشید	سعودی عرب میں ۱۳ دن	فیصل آباد	ڈیلی بزنس رپورٹ	......
غفور احمد، خواجہ	سفر فوز وفلاح	لاہور	قومی پبلی شرز	۱۹۸۷
غلام الحسنین، خواجہ	سفرنامہ حج معروف بہ سامان آخرت	دہلی	......	۱۳۵۳ھ
غلام سرور، کرنل	مسافر حرم	راول پنڈی	مطبوعات حرمت	۱۹۸۳ء
غلام سرور	پہلا وہ گھر خدا کا	پٹنہ	سنگم پبلی کیشنز	۱۹۷۱ء

غلام فرید قمر بھٹی نظامی	سفر حج	کراچی	مصنف	ت-ن
غلام قادر، شیخ	سرور المحزون	امرتسر	مطبع مجددی	ت-ن
غلام محمد صوفی	تبرکات حرمین	حیدرآباد	اکسل فائن آرٹ پریس	۱۹۷۶ء
غلام محمد، کرنل راجہ	قافلہ حجاج	لاہور	قاسم سنز	۱۹۷۷ء
غلام نبی، حکیم	مقدس سفر	بلکسر	تحریک خدام اہل سنت والجماعت	۱۹۸۲ء
غوری، امید خان	سفرنامہ حج	حیدرآباد	شمشاد بک ڈپو	۱۹۶۸ء
فاروقی، محمد حسین الہ آبادی	رحلۃ المسکین الی البلد الامین	الہ آباد	مطبع انوار صابری	ت-ن
فاطمہ النساء بیگم	مناسک حج و حالات مدینہ طیبہ	حیدرآباد	مصنفہ	ت-ن
فاطمہ بیگم	اپنے گھر سے اللہ کے گھر تک	دہلی	آستانہ بک ڈپو	ت-ن
فاطمہ بیگم	حج بیت اللہ و زیارت دیار حبیب	لاہور	کتب خانہ پیسہ اخبار	۱۹۵۹ء
فانی گیاوی، عطا حسین	دید مغرب المعروف بہ ہدایت المسافرین	گیا	خانقاہ منعمیہ	۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء
فائق، محمد عبداللہ کرت پوری	صراط الحج	کراچی	باب الاسلام پریس	۱۹۵۸ء
فجر الدین	مقدس سفر	لاہور	وکٹری بک بینک	۱۹۹۴ء
فرید الدین، حکیم	سعادت دارین	مالیرکوٹلہ	مطبع محمدی	۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
فضل الدین ایڈووکیٹ	دیار حبیب کی باتیں	جہلم	مکتبہ نسیم	۱۹۵۵ء
فضل الرب، شیخ	زاد الدارین سیر الحرمین...	پٹنہ	صادق پور پریس	۱۸۹۶ء
فقیر محمد عارف	گلزار عرب (منظوم مخطوطہ)	ملتان	حبیب فائق	۱۲۹۸ تا ۱۳۰۱ھ
فوزیہ سلیمی، ڈاکٹر	حاضری	لاہور	فیروزسنز	۱۹۹۵ء
قادری ازہری، علامہ	سفر حرمین	لاہور	مصنف	۱۹۶۷ء
قادری، شاہ عون احمد	حج و زیارت	پٹنہ	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ	۱۳۸۴ھ
قادری، علیم الدین	مشاہدات حج	ساہیوال	......	۱۹۹۵ء
قادری، محمد ایزد بخش	منبع الحرمین	مرادآباد	مطبع مطلع العلوم	۱۸۸۲ء

قاسمی،الطاف حسین	سفرنامہ حرمین	گورکھ پور	کوآپریٹو انٹر کالج	۱۹۷۱ء
قادری،محمد حبیب الرحمان	حبیب الحجاج	بجنور	مدینہ پریس	۱۹۲۹ء
قادری،مزمل حسین	مناطق الحج	لاہور	......	۱۹۷۵ء
قاسمی،محمد سعود عالم	مشاہدات حرمین	علی گڑھ	یونیورسل بک ہاؤس	۲۰۰۴ء
قاسمی،محمد صدر الحسن	سفر حج - ایک غیبی مدد	پھلواری شریف	مرکز نشریات اسلام	۱۹۹۷ء
قاسمی،محمد عبدالحلیم	روئیداد سفر حرم	لاہور	جامع حنفیہ	۱۹۸۲ء
قاضی،ذوالفقار احمد	اے اللہ! میں حاضر ہوں	لاہور	مکتبہ عالیہ	۲۰۰۴ء
قدسیہ قدسی	الخلیل والنخیل	پشاور	مصنفہ	۱۹۹۸ء
قدوسی،ڈاکٹر محمد یاسین	سفر سعادت حج	ناگ پور	مصنف	۲۰۰۲ء
قریشی،اشرف علی	سفرنامہ حجاز	پشاور	جامعہ اشرفیہ	۱۹۸۰ء
قریشی،حکیم غلام یزدانی	مبارک سفر	ملتان	سبحانی مدرسہ تعلیم القرآن	۱۹۹۰ء
قریشی،محمد اکرام	فریضۂ حج کی ادائیگی	سیال کوٹ	احیائے دین لائبریری	۱۹۹۸ء
قریشی،محمد عبداللطیف	دیار حبیب و سرزمین انبیاء	لاہور	تبلیغی ادارہ	۱۹۶۷ء
قریشی،محمد منیر	داستان حرمین	......	......	۱۹۶۰ء
قریشی،مخدوم محمد غوث	سفرنامہ غوثیہ (جلد اول)	ملتان	مولوی محبوب احمد اویسی	۱۹۳۰ء
قصوری،نورالدین	ریاض الحرمین	......	......	۱۹۰۴ء
قلندر خان، کپتان	سفرنامہ حجاز براہ عراق وشام	دہلی	آرمی پریس	ت-ن
قیوم قریشی	ایک حاجی کی ڈائری	راول پنڈی	......	۱۹۹۱ء
کاظم علی خان	میری ڈائری کے چند ورق یعنی سفرنامہ حجاز	دہلی	خواجہ پریس	۱۹۶۰ء
کاکا خیل،زینب خاتون	جلوہ گاہ توحید کے روبرو	لاہور	حمایت اسلام پریس	۱۹۷۶ء
کربلائی،بشیر حسین	سفرنامہ عراق،عرب والعجم	ملتان	اقبال پریس	۱۹۲۸ء
کربلائی،محمود حسن	رسالہ حج مع زیارات مدینہ منورہ	بدایوں	نظامی پریس	۱۳۵۰ھ

کرم الدین	سفر حجاز براستہ خشکی	راول پنڈی	سلطان پرنٹنگ پریس	۱۹۷۲ء
کلیار، اللہ بخش	حاضری	لاہور	نیوفائن پرنٹنگ پریس	۱۹۹۴ء
کنیز محمد بیگم	ارض مقدس	سیال کوٹ	مصنفہ	۱۹۶۶ء
کیلانی، محمد سلیمان	تکمیل حج	لاہور	مکتبۃ السلام	۱۹۵۵ء
گلزار احمد، بریگیڈیر	تذکرہ حجاز	راول پنڈی	مکتبۃ المختار	۱۴۰۲ھ
گوہر ملسیانی	حرمین شریفین کی فضاؤں میں	صادق آباد	گوہر ادب پبلی کیشنز	۱۹۹۸ء
گیلانی، سید اسعد	مشاہدات حرمین	نئی دہلی	مرکزی مکتبہ اسلامی	۱۹۸۶ء
گیلانی، سید امین	مشتاقان حرم	شیخوپورہ	مکتبہ احباب	۱۹۵۷ء
لیاقت جنگ، نواب	روزنامچہ حاضری حرمین الشریفین	حیدر آباد	م-ن	ت-ن
ماہر القادری	کاروان حجاز	نئی دہلی	مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز	۲۰۰۳ء
مائل، محمد اسحاق خاں	سفرنامہ مائل	علی گڑھ	مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ پریس	۱۳۴۰ھ
مجروح، ملک دین محمد	اکبری حج موسومہ فراست حج	کراچی	......	۱۹۶۴ء
محسن مگھیانہ، ڈاکٹر	الف-میم	لاہور	جہانگیر بک ڈپو	۲۰۰۴ء
محمد ابوالقاسم	سفر بیت اللہ	بنارس	مطبع سعید المطابع	۱۳۳۱ھ
محمد اجمل شاہ	سفرنامہ حج وعمرہ	جھنگ	مصنف	......
محمد احمد کاظمی، سید	رہبر حج مع تاریخ حرمین وسفرنامہ	دہلی	کوہ نور پرنٹنگ پریس	۱۹۵۷ء
محمد اصغر حسین بہاری، مولوی	ارمغان حرمین	پٹنہ	برقی مشین پریس	ت-ن
محمد افضل	تذکرۃ الحرمین الشریفین	گجرات	......	۱۴۱۰ھ
محمد اکبر	سفرنامہ حج	حیدر آباد	یادگار پبلشرز	۱۹۸۹ء
محمد ایوب خاں	سفر حج	جہلم	......	۱۹۶۳ء
محمد بشیر	لبیک! یا سیدی	سیال کوٹ	کتب خانہ ماہ طیبہ	۱۹۵۴ء

محمد بن یعقوب	سفر السعادت	بمبئی	......	۱۲۶۵ھ
محمد حسین، حاجی	رسالہ سفر نامہ حج بیت اللہ	میرٹھ	شوکت المطابع	ت-ن
محمد حمید الدین سنبھلی	نصف صدی قبل کا سفر نامہ حج	لکھنؤ	مکتبہ حرم	۱۹۹۱ء
محمد خواجہ محی الدین	تاثرات سفر حج وزیارت	حیدرآباد	م-ن	۱۹۸۲ء
محمد رفیع ایڈووکیٹ	سوئے مدینہ	مریدکے	جماعت بنون اسلام	۱۹۸۵ء
محمد زبیر	چند دن حجاز میں	علی گڑھ	مصنف	۱۹۵۶ء
محمد زردار خان	سفر نامہ حرمین	لکھنؤ	مطبع نامی منشی نول کشور	۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء
محمد زین اللہ	توشۂ حجاج	کان پور	مطبع نظامی	۱۳۹۲ھ
محمد سعید، حکیم	داستان حج	کراچی	ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان	۱۹۹۶ء
محمد سلیمان منصور پوری	سفر نامہ حجاز	پٹیالہ	دفتر رحمۃ للعالمین	۱۹۲۴ء
محمد شریف امرتسری	سفر نامہ حجاز	امرتسر	روزبازار الیکٹرک پریس	۱۹۲۷ء
محمد شیخ، سردار	زیارات مقامات مقدسہ	ملتان	نوبہار الیکٹرک پریس	۱۹۶۱ء
محمد صدیق، حاجی، محمد امین، حاجی	دلیل الصدیق	میرٹھ	شمس الانوار پریس	۱۳۳۱ھ
محمد صدیق خیرآبادی	رحلۃ الصدیق الی بیت العتیق	لکھنؤ	نامی پریس	۱۳۷۰ھ
محمد عاشق، چودھری	معراج سفر	قصور	......	۲۰۰۵ء
محمد عبد الرحمان	تحفۂ رحمانی	......		۱۹۳۶ء
محمد عبد القادر وکیل	سفر نامہ حجاز	بنارس	سلیمانی پریس	ت-ن
محمد عبد اللہ خان	السفر وسیلۃ الظفر	لاہور	مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس	۱۳۲۷ھ
محمد عبد الہادی الطالو کیوسی / فضل الٰہی نوری (مترجم)	میراج حج بیت اللہ	فرینک فرٹ (جرمنی)	......	۱۹۹۸ء دوم
محمد عثمان، قاضی	تذکار الحرمین الشریفین	ڈیرہ اسماعیل خان	مصنف	۱۹۸۶ء
محمد عدیل عباسی، قاضی	سفر حج	لکھنؤ	تنویر پریس	۱۹۷۰ء

محمد علی نقش بندی	گلدستہ ریاض الاسلام	لاہور	حمایت اسلام پریس	۱۹۳۲ء
محمد فاضل خان	سفرنامہ حجاز	......	......	......
محمد قاسم عابدی شاہجہانپوری	حج و مدینہ منورہ کی سفری کیفیت	......	......	۱۳۲۷ھ
محمد کاظم حسین، سید	سفرنامہ حرمین	حیدرآباد دکن	......	......
محمد لطیف مچھلی شہری	السفر اللطیف	لکھنؤ	مطبع مجتبائی	۱۳۲۱ھ
محمد محی الدین حسین، حکیم	سفرنامہ حرمین	مدراس	مطبع ہدایت	۱۳۲۴ھ
محمد منظور علی بن تائب	حقیقت حج	شملہ	آرمی پریس	۱۳۵۳ھ
محمد یاسین شیخ	دیار حرم میں	کراچی	غضنفر اکیڈمی پاکستان	۱۹۹۶ء
محمد یعقوب، ڈاکٹر	سفر عشق و بندگی	فیصل آباد	طارق اکیڈمی	۲۰۰۳ء
محمود، حاجی مولوی	خیر الدلیل الی دار الخلیل	......	م-ن	ت-ن
محی الدین، ایم۔ جے	گائیڈ بک المعروف بہ سفرنامہ	دہلی	الامان برقی پریس	......
مرزا، امیر زمان	دیار حبیب میں چند روز	جہلم	مصنف	۱۹۷۵ء
مسعود عباسی	بیان حج	دہلی	ہمدرد برقی پریس	۱۹۳۶ء
مسعود ہ نواز راجہ	عقیدت کا سفر	لاہور	......	۲۰۰۱ء
مشرقی، عنایت اللہ	ارمغان حکیم (شعری مجموعے میں شامل)	......	......	۱۹۵۲ء
مصباح الدین احمد، محمد	چمنستان عرب یعنی غنچۂ حج	لدھیانہ	گل چمن	۱۹۰۹ء
مصنف نامعلوم	رہ نمائے حج	لاہور	م-ن	ت-ن
معشوق علی، شیخ	زیارت حرمین	......	م-ن	۱۹۰۶ء
معین الدین، ڈاکٹر خواجہ	معین الحجاج	حیدرآباد	معین دکن پریس	۱۳۴۷ھ
معین کمالی	ایک عاصی کا حج	کراچی	میڈیا ٹارگیٹس	......

مقبول احمد رام پوری	شمع حجاز	کراچی	م-ن	۱۹۷۴ء
ملک، محمد اکرم	دیار حبیب میں چند روز	چکوال	ادارہ نقش بند اویسیہ	۱۹۷۷ء دوم
ممتاز چٹھہ، پروفیسر	جلال و جمال	لاہور	ابلاغ پبلی کیشنز	۲۰۰۳ء
ممتاز مفتی	لبیک	لاہور	شرکۃ الامتیاز	ت-ن
منظور، منظور الحسن	سرور جاوداں	پونا	ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی	۲۰۰۳ء
منیر احمد	ہم گنہ گار تیرے	لاہور	گورا پبلشرز	۱۹۹۷ء
مہر، غلام رسول	سفرنامہ حجاز	کراچی	مکتبہ اسلوب	۱۹۸۴ء
نادر علی وکیل	مرأت العرب یعنی سفرنامہ نادر	آگرہ	مطبع مفید عام	ت-ن
ناشاد، غلام دستگیر القادری	روزنامچے (قلمی)	کوئٹہ	سلطان ارشد قادری	......
ناصر قریشی	سرزمین آرزو	لاہور	تسنیم پبلی کیشنز	۱۹۹۵ء
ناموس، محمد شجاع	سفرنامہ حج و حرمین	لاہور	میری لائبریری	۱۹۷۳ء
ناوک حمزہ پوری	ادب گاہیست زیر آسماں	حمزہ پور، گیا	دار الادب	۲۰۰۳ء
ندوی، سید ابوالحسن علی	اپنے گھر سے بیت اللہ تک	لکھنؤ	مکتبۂ اسلام	۲۰۰۲ء
ندوی، مسعود عالم	دیار عرب میں چند ماہ	کراچی	مکتبۂ چراغ راہ	۱۹۵۰ء
ندوی، محمد ظفیر	یارب	لاہور	سورج پبلشنگ بیورو	۱۹۹۵ء
ندوی، محمد ناظم	ہندوستان سے دیار حرم تک	سہارن پور	صُفّہ اکیڈمی	۱۹۹۱ء
ندیم، سید عبدالمجید	دیار غیر سے دیار حبیب تک	ملتان	المکتبۃ الباسط	۱۹۸۰ء
نذیر، سی۔ایم	زم زم	لاہور	شمیم اینڈ کمپنی	ت-ن
نشاط النساء بیگم	سفر حجاز	......	......	......
نظامت جنگ بہادر، سر	عربستان مقدس (ترجمہ)	حیدرآباد	م-ن	۱۳۷۳ھ
نظامی، شیخ نبی بخش	منزل شوق	لاہور	سنگ میل پبلی کیشنز	۱۹۶۶ء
نقش بندی قمر نقوی بھوپالی	چلتے ہو تو حج کو چلیے	اوکلاہوما، امریکہ	موج دریا پبلشرز	......
نقش بندی، محمد بہاء الدین	سفرنامہ عرب	مرادآباد	شمس المطابع	ت-ن

نقش بندی، محمد عبدالرحیم	سفر حرمین الشریفین	بنگلور	مطبع شوکت الاسلام	۱۹۱۲ء
نقش بندی، محمد عبداللہ	انوار الحرمین	لاہور	رفاہ عام اسٹیم پریس	۱۹۲۲ء
نقوی، سید علی نقی	سفرنامہ حج	لکھنؤ	نظامی پریس	ت-ن
نور احمد نور	سفرنامہ حج و تعارف مقامات مقدسہ	گوجرانوالہ	......	۲۰۰۴ء
نورالدین، شیخ	رہ نمائے حجاز	لاہور	مطبع کشمیری	۱۹۰۷ء
نوری، محمد شریف	عرب کا مسافر	لاہور	مکتبۃ الحبیب	۱۹۶۵ء
نیازی، احمد اللہ خان	سفرنامہ احمد اللہ خان	آگرہ	عزیزی پریس	تن
وارثی، محمد بشیر احمد خان	مشیر حجاز	غازی پور	غوثیہ پریس	ت-ن
وزیر حسین، سید	وکیل الغرباء	لکھنؤ	مطبع نامی منشی نول کشور	۱۳۰۲ھ
وصی اقبال	میں حاضر ہوں	نئی دہلی	جیلانی پبلی کیشنز	۱۹۹۸ء
وفاؔ ڈبائیوی، محمد حفظ الرحمان	راہ وفا	علی گڑھ	مسلم یونیورسٹی پریس	۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء
وکیل نجیب	سفرنامہ حج و زیارت مدینہ ۲۰۰۶ء	مالی گاؤں	رحمانی پبلی کیشنز	۲۰۰۶ء
ولی داد، شیخ	حج بذریعہ موٹر	آگرہ	عزیزی پریس	ت-ن
ولیؔ، مولانا محمد ولی خان	تسلیم و رضا یعنی سفرنامہ حرمین شریفین	رام پور	ناظم پریس	ت-ن
ویول	انوکھا حاجی (ترجمہ)	محبوب نگر	ناشر: مترجم	ت-ن
ہاتف سعید	حدیث وفا	کراچی	افریشیا پرنٹنگ پریس	۱۹۹۸ء
ہاشمی، محمودہ منظور	کاروان حجاز	ساہیوال	بزم فرید	۱۹۹۵ء
ہرمزی جلیل قدوائی	کیفیات حج بیت اللہ	کراچی	ادارہ نگارش و مطبوعات	۱۹۸۳ء
یعقوب سروش	ایک منزل کئی قافلے	نظام آباد	مکتبہ بساط ذکر و فکر	۲۰۰۲ء
یوسف بن شہاب الدین تنگی کر	یادگار یوسف	بمبئی	مطبع گلزار حسینی	۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء
یوسف مرزا	دیدۂ دل وا کرے کوئی	کراچی	مطبوعات غزال	۱۹۹۶ء

اخبار علمیہ

ورز برگ یونی ورسٹی آف جرمنی کے محققین کا کہنا ہے کہ بچے رحم مادر ہی میں زبان سیکھنے لگتے ہیں اور رونے میں وہ اپنے والدین کے تلفظ اور لب ولہجہ کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں، سائنس دانوں نے جرمن اور فرانچ نسل کے تین سے پانچ دنوں کے ۶۰ بچوں کو اپنی تحقیق کے لیے منتخب کیا جس کے مطابق فرانچ نسل کے بچے ذرا اونچی اور جرمن نیچی آواز میں روئے، اس مطالعہ کا دل چسپ پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ نوزائیدہ بچے مختلف طریقوں سے روسکتے اور سُر پیدا کرسکتے ہیں اور وہ اس لہجہ میں بولنے کو ترجیح دیتے ہیں جو انہوں نے رحم مادر میں سنا ہے، وہ اپنے والدین کی نقل کرنے کی جانب پیدائشی طور پر مائل ہوتے ہیں اور حمل کے آخری تین ماہ کے دوران وہ باہری دنیا کی آوازوں کو یاد بھی کرسکتے ہیں۔

عربی زبان والوں کے لیے یہ خبر مسرت افزا ہے کہ مصر، دنیا کا پہلا ویب ڈومین جس کا نام عربی حروف میں لکھا جائے گا شروع کررہا ہے، مصری وزیر مواصلات طارق کامل نے بتایا کہ عربی رسم الخط میں لکھے ہوئے اس ڈومین کے پتے کے نام کے بعد ''ڈاٹ مصر'' لکھا ہوگا، ان کے بیان کے مطابق ''انٹرنیٹ اب عربی بولتا ہے، یہ ہمارے لیے ایک تاریخی لمحہ ہے''، اس نئے ڈومین سے عربی بولنے والوں کے لیے سرمایہ کاری اور ترقی کے راستے تو ضرور کھلیں گے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ کی عام تباہ کاریوں کا دائرہ بھی وسیع ہوگا، ابھی کچھ دنوں قبل غیر لاطینی رسم الخط میں ویب ڈومین تیار کرنے کے حق میں رائے شماری کرائی گئی تو اکثریت نے اس کے حق میں ووٹنگ کی جس کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا۔

اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسیف نے اپنی سالانہ رپورٹ بہ عنوان ''دنیا کے بچوں کی حالت'' جاری کی ہے جس کے مطابق افغانستان میں امریکی حملہ کے بعد بچوں کی حالت سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے، یونیسیف کے ریجنل ڈائریکٹر برائے جنوب ایشیا ڈینیل ٹول کا کہنا ہے کہ پچھلے سال افغانستان کے تقریباً ۱۳۱۷ اسکولوں پر حملے ہوئے جن میں ۱۲۴ افراد ہلاک ہوئے، ان

حملوں کے سبب سرپرستوں نے اسکولوں میں اپنے بچوں کو بھیجنا بند کردیا ہے، بالخصوص نوعمر لڑکیوں کی تعداد میں کافی کمی آئی ہے، حکومت طالبان سے قبل وہاں طالب علموں کی تعداد ۵۰ لاکھ تھی جس میں ۲۰ لاکھ بچیاں تھیں، طالبان کے دور حکمرانی میں یہ تعداد گھٹ کر صرف دس لاکھ تک ہوگئی تھی جس میں بچیاں گویا نہیں تھیں، اب بچوں میں عدم تحفظ اور آئے دن فوجی حملوں کے شدید احساس کے سبب صورت حال مزید تشویش ناک ہوگئی ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور اقتدار میں ایک اصول تھا کہ جس ریاست کا حاکم کسی وارث کے بغیر مرجائے، یا بدانتظامی کا مرتکب ہو تو اس کی ریاست پر کمپنی کا مالکانہ حق قائم ہوجائے گا، اس اندیشہ کو محسوس کرتے ہوئے جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت سے چند روز قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کو ایک خط تحریر کیا کہ انتقال سے پہلے ان کے شوہر نے ایک وارث دامودر راؤ گنگا دھر کو گود لیا تھا اور اپنی ریاست اسی کے حق میں وصیت کردی تھی اور اس مقصد کی تمام کارروائیاں بھی انجام پاچکی تھیں اور اسے جھانسی کی ریاست کا راجہ تسلیم بھی کیا جاچکا تھا، جب یہ خط ڈلہوزی کو موصول ہوا تو اس نے دامودر راؤ کو جائز وارث نہ مانتے ہوئے جھانسی پر قبضہ کرنے کی دھمکی دے ڈالی، اس کے بعد رانی لکشمی نے برطانوی اقتدار کے خلاف بغاوت کی اور میدان جنگ میں کود پڑی، لکشمی بائی کا یہ خط لندن کی برٹش لائبریری میں سرکاری یادداشتوں اور دستاویزات کے ذخیرے میں موجود تھا، لندن کے وکٹوریہ اینڈ البرٹ میوزیم کی مہاراجہ نمائش کے موقع پر یہ خط منظر عام پر لایا گیا ہے، مورخین کی نظر میں اس خط کی بڑی اہمیت ہے اور یہ جھانسی کی رانی کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یقیناً بعض نئے خیالات کا موجب ہوسکتا ہے۔

پنڈت جواہر لعل نہرو کے یوم ولادت کے موقع پر روسی کلچرل سنٹر میں ''کسان'' نامی رسالہ کا اجرا مرکزی وزیر ہریش راوت نے کیا، اس کے اڈیٹر ڈاکٹر کرشن بیر چودھری نے کہا کہ یہ رسالہ کسانوں کے مسائل و مفادات کی طرف حکومت کی توجہ مبذول کرانے کے مقصد سے جاری کیا گیا ہے، ان کے مطابق پارلیمنٹ میں صنعت کاروں کی مضبوط گروپ بندی ہے جس کا فائدہ انہیں مل رہا ہے اور ان کی آواز ایوان میں پہنچ جاتی ہے مگر کسانوں کے مسائل اور ان کے مفادات

سے عدم دل چسپی کے سبب چشم پوشی اور پہلوتہی کی جاتی ہے، یہ میگزین کسانوں کے مطالبات و مسائل پارلیمنٹ اور عام ذہنوں تک پہنچانے اوران کی صحیح رہنمائی کے مقصد سے خاص یوم نہرو کے موقع پراس لیے جاری کی گئی ہے کہ نہرو کو کسانوں کے مسائل سے خصوصی دل چسپی تھی۔

مشہور انگریزی رسالہ ''فوربس'' کے جائزے کے مطابق سعودی عرب کے شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز دنیا کی سب سے بااثر شخصیت ہیں، وہ امریکی صدر اوبامہ سے بھی آگے ہیں، فوربس نے دنیا میں توانائی کی سپلائی پر اثر ورسوخ رکھنے والی سب سے بااثر شخصیت شاہ عبداللہ کو قرار دینے کا سبب یہ بتایا ہے کہ خام تیل کی قیمت سے متعلق جب انہوں نے تیل برآمد کرنے والی تنظیم (اوپیک) سے پیداوار محدود کرنے کی درخواست کی تو اوپیک نے اس تجویز کو منظور کرلیا اور تیل کی قیمت ۸۰ ڈالر فی بیرل مقرر کردی۔

برطانوی ماہر لسانیات ڈیوڈ گروڈول نے ہندوستان میں انگریزی زبان کے متعلق اپنے ایک جائزہ میں کہا ہے کہ اگرچہ یہ عام خیال ہے کہ ہندوستان میں انگریزی بڑے پیمانے پر بولی، پڑھی اور سمجھی جاتی ہے لیکن یہاں کے مقابلہ میں چین کا معیار بلند ہے، رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں انگریزی استادوں کی بڑی کمی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان میں انگریزی زبان کے چلن کو فروغ ہورہا ہے مگر ان ملکوں سے ہندوستان ابھی بہت پیچھے ہے جنہوں نے اپنے یہاں معیاری انگریزی تدریس کا مکمل بندوبست کرلیا ہے، برٹش کونسل کے تعاون سے تیار کی گئی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ زبان میں مہارت نہ ہونے کے سبب ہندوستانی جامعات بین الاقوامی معیار کی حامل نہیں ہیں، دوسرے نجی تعلیمی اداروں میں بھی معیار تعلیم کوئی خاص نہیں ہے اور جب تک تعلیم کا معیار بلند نہیں ہوگا انگریزی زبان کا معیار بھی بلند نہیں ہوگا، رپورٹ میں اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے یہ مشورہ بھی دیا گیا ہے کہ ہندوستان ایک کثیر جہتی تعلیمی پالیسی اپنائے کیوں کہ موجودہ سہ لسانی فارمولہ (جس کے تحت انگریزی، ہندی اور مقامی زبان سکھائی جاتی ہے) زیادہ موثر نہیں ہے۔

ک،ص اصلاحی

معارف کی ڈاک

مکتوب اعظم گڈھ

خالص پور، اعظم گڑھ
۲۷۶۱۳۸ - ۴ر دسمبر ۲۰۰۹ء

برادر عزیز و مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نومبر کا معارف پیش نظر ہے اور شذرات بطور خاص۔

میرے ذہن پر عرصہ سے ایک پریشانی مسلط ہے۔ امید ہے دانش گاہ شبلی کا آپ جیسا دانش ور اس کو دور کر سکے گا۔ پریشانی یہ ہے کہ جب بھی کچھ لکھتا ہوں، کہاوتیں، ضرب المثل اشعار رمصرعے، بے اختیار یاد آجاتے ہیں، ہر چند کہ کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہوں، کمبل مجھے نہیں چھوڑتا، دیکھیے نہ، شذرات کے بارے میں تاثرات لکھنے چاہے تو نوک قلم پر یہ جملے آگئے: آپ نے علامہ شبلی نعمانی کے مشن کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے اور (پھر وہی) کاغذ پر رکھ دیا ہے، کلیجہ نکال کر، کیا زبان لکھی ہے۔ سبحان اللہ!

سالانہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس کی تجویز قابل صد ستایش ہے۔ یقین ہے دارالمصنفین کے شایان شان ہوگی۔ موضوع ''سیرت نبوی کے مصادر'' بھی افادیت سے خالی نہیں۔ گاہے گاہے بازخواں ...... والی بات ہوگی یا ''خشت اول'' کی بات۔ مگر آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ انسان کی تعمیر میں ماضی کی حیثیت بنیاد کے پتھروں جیسی ہوتی ہے۔ لیکن عمارت کی تعمیر حال میں ہوتی ہے اور جنگلے اور روشن دان مستقبل میں کھلتے ہیں۔ علامہ شبلی کی مختلف النوع تحریروں کا مطالعہ کریں تو بین السطور میں یہی فلسفۂ زندگی نظر آئے گا۔

شذرات کا چوتھا حصہ خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ جو کام پچاس برس پہلے شروع ہونا چاہیے تھا۔ اب شروع ہوا ہے لیکن اس کو کیا کیجیے گا کہ ادارے (علمی ہوں، تعلیمی یا سماجی) قوم کی ذہنیت کے غماز ہوتے ہیں لیکن یہاں دیر آید...... والی بات درست نہیں ہوگی۔ بہتر محاورہ ہوگا:

Better late than never یعنی کبھی نہیں سے، تاخیر بہتر ہوتی ہے۔

مگر ترجمہ ایک مشکل فن ہے۔ ہر دو زبانوں پر عبور کے علاوہ موضوع کی روح سے انسیت کی بھی

ضرورت ہوتی ہے۔ الیاس صاحب ہوش منداہل قلم ہیں۔ امید ہے ترجمہ اچھا ہوگا۔

پروفیسر ظلی کی خدمت میں سلام۔ خاکسار

ابرار اعظمی

(سابق مدیر ''اناہوت'' ہندی لٹل میگزین)

مکتوب لکھنؤ

ایڈیٹر بانگ حراء، لکھنؤ
۱۰/دسمبر ۲۰۰۹ء

محترمی جناب محمد عمیر الصدیق ندوی صاحب زید لطفہ

(ماہنامہ معارف، اعظم گڈھ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ کل معارف، ماہ نومبر کے شمارہ میں ''شذرات'' پڑھے، اس سے معلوم ہوا کہ دارالمصنّفین نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کی معروف کتاب ''رحمت عالم'' کا ہندی ترجمہ شائع کردیا ہے، پڑھ کر خوشی ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی اردو کتاب کی طرح مقبول عام بنائے۔ (آمین)

آپ کے علم میں یہ بات لانا ضروری ہے کہ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کان پور نے ابنائے وطن کو اسلام سے متعارف کرانے اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے نقطۂ نظر سے اسلامی لٹریچر کو ہندی میں منتقل کرنے کی ضرورت کا ادراک آج سے پون صدی پہلے ہی کرلیا تھا، اسی لیے اس نے ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۶ء کے دوران اسلام کا مہرشی (سوانح حیات حضور نبی کریمؐ) اسلامی بلاوہ، پریم سندیش، پیغام اسلام، اچھوت سندیش، اچھوت بپتی، اسلام مت کے عقیدے، مسلم کا کفن دفن، آپ بیتی، نامی کتابیں ہندی اور اردو دونوں زبان میں شائع کی تھیں۔ جن میں سے دو کتابیں ''اسلام مت کے عقیدے'' اور ''مسلم کفن دفن'' میرے دادا مرحوم مولانا سید محمد عبدالحی صاحب (معتمد تبلیغ جمعیۃ) کی لکھی ہوئی تھیں۔

بعد میں اسی جمعیۃ نے متعدد کتابوں کا ہندی ترجمہ کرکے شائع کرایا جن میں سب سے اہم کتاب ''رحمۃ للعالمین'' حصہ اول قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور رحمت عالم (مصنفہ سید سلیمان ندوی) ہے، مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کا بھی ہندی ترجمہ کرایا جو وسائل نہ ہونے کی وجہ سے شائع نہیں ہوسکا۔ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام اوراس کی خدمات کے سلسلہ میں ایک مضمون بھی آپ کو ارسال کررہا

ہوں، اگر مناسب سمجھیں تو معارف کی کسی قریبی اشاعت میں اس کو شامل کرلیں مشکور ہوں گا۔

جمعیۃ سے رحمت عالم کا جو ہندی ترجمہ شائع ہوا ہے وہ غالباً ۱۹۹۰ء کا ہے، صفحات ۱۹۲ ہیں، مترجم حبیب اللہ اعظمی صاحب ہیں، اگر آپ کہیں تو کتاب کا ایک نسخہ آپ کو ارسال کردوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد عبدالرشید ندوی

مکتوب علی گڑھ

مجلس مطالعات فارسی، پوسٹ
بکس نمبر ۱۱۴، علی گڑھ- ۲۰۲۰۰۱
۴/ ۱۲/ ۲۰۰۹ء

مکرمی ومحترمی پروفیسر ظلی صاحب زادت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نومبر کا ''معارف'' آج ۴/ دسمبر کو باصرہ نواز ہوا۔

قرآن پاک میں جگہ جگہ خدا پر ایمان لانے اور اس کی عبادت واطاعت کا مکلّف قرار دیا گیا ہے، لیکن پورے قرآن میں شاید کہیں بھی عرفان ووجدان کا ذکر کسی اچھے یا اعلیٰ مفہوم میں نہیں آیا اور صوفیوں کے بیان کردہ مفہوم میں تو ہرگز نہیں آیا ہے، عجیب لوگ ہیں کہ عقیدہ وعمل کی درستی جس سے ملت اسلامیہ دور سے دورتر ہوتی جارہی ہے اس کی تو فکر نہیں کی جاتی اور عرفان وتصوف کی باتوں سے لوگوں کو خوب دلچسپی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں کہیں یہ مطالبہ نہیں کیا کہ مجھے پہچانو، ہر جگہ یہ کہا ہے کہ مجھے مانو، میری عبادت واطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کا بھی حکم ہے مگر صوفیوں کی طرح حقیقت محمدیؐ کا پتا لگانے کے لیے کوئی ادنی اشارہ بھی نہیں ملتا۔

امت کے قرآن کے ساتھ عدم اعتنا کے بہت سے اسباب میں سے یہ صوفیانہ رویہ بھی ہے جو علم وعبادت سے ہٹ کر معرفت کے نام پر بے عملی کی، تربیت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ عرفان یا معرفت کا تعلق دیکھنے سے ہے اور اس بیچارے ناچیز انسان کی کیا بساط ہے کہ دیدار الٰہی کی تاب لاسکے، انبیاء تک اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے، ہم کس شمار قطار میں...... ''فروغ نوا'' کی دو کاپیاں برائے تبصرہ ارسال خدمت ہیں۔

جویائے خیر (ڈاکٹر) رئیس احمد نعمانی

ادبیات

حمد

جناب وارث ریاضی صاحب

لاکھ زیرِ حجاب ہے یارب پھر بھی تو بے نقاب ہے یارب
نقش ہے جس پہ نغمۂ توحید لوح دل وہ کتاب ہے یارب
تیرے الطاف بے نہایت سے کل جہاں فیض یاب ہے یارب
جو نہیں مانتا ہے اس پر بھی رحمت بے حساب ہے یارب
تیری دنیا کا حسن ہے تجھ سے تو مگر لاجواب ہے یارب
جس کو حاصل نہیں رضا تیری اس کی دنیا خراب ہے یارب
بندگی سے تری ، گناہوں کا خوب تر احتساب ہے یارب
زندگی دے کے چھین لیتا ہے خوب تیری جناب ہے یارب
تیرے فیضانِ غم سے وارثؔ کی زندگی کام یاب ہے یارب

حمد

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی☆

یہ کائنات یہ رنگِ بہار تیرا ہے فلک کا روپ زمیں کا نکھار تیرا ہے
صبا میں رقص گلوں میں خمار تیرا ہے چمن چمن شجرِ نغمہ بار تیرا ہے
سرودِ ہستی دوراں میں تیری شیرینی ندی کا گیت ، رم جوئبار تیرا ہے
مقامِ شوق و مسافت کا مدعا تو ہے یہ راہ تیری ہے یہ رہ گزر تیرا ہے
مری غزل ، مرا نغمہ ، مری نوا تو ہے مرے وجود کا یہ لالہ زار تیرا ہے
مرے خدا ، دلِ عاشق کو آئینہ کردے یہ فکر ، یہ سخنِ شعلہ بار تیرا ہے

کاشانہ ادب سکٹا دیوراج، پوسٹ بسوریا، وایا لوریا، مغربی چمپارن، بہار ۸۴۵۴۵۳۔

☆ کوہسار، بھیکم پور-۳، بھاگل پور، ۸۱۲۰۰۱۔

مطبوعات جدیدہ

BIBLIOGRAPHY-A-CRITICAL STUDY: از پروفیسر عبدالرحیم قدوائی، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ وطباعت، مجلد مع گردپوش، صفحات ۴۷۲، قیمت درج نہیں، پتہ: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ، سعودی عربیہ۔

قرآن مجید کے انگریزی ترجموں اور تفسیروں کے متعلق کم از کم ہندوستان میں معلومات زیادہ نہیں ہیں چند ترجمے معروف ہیں اور وہی متداول بھی ہیں، جب کہ اسی کتاب سے معلوم ہوا کہ اس وقت قریب ترجموں کے نوسوایڈیشن موجود ہیں، کتاب کے مقدمے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۶۴۹ سے ۱۹۸۰ تک دوسو چھیانوے ایڈیشن تھے، لیکن حالیہ بیس برسوں میں ان کی تعداد آٹھ سونوے تک ہوگئی، قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کی تعلیمات میں یہ دل چسپی واقعی حیرت انگیز ہے، زیرنظر اشاریے میں ان تمام ایڈیشنوں کا نہایت جامع اور جدید انداز میں تعارف پیش کیا گیا ہے، مقصد بھی واضح ہے کہ امریکا، یورپ، ایشیا اور افریقہ سے شائع ہوئے ان ترجموں کا نقطہ نظر، فکر کی ترجمانی اور مترجمین کے مذہب ومسلک کی وضاحت ہو سکے تا کہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کو مترجم کے نظریات کی روشنی میں بہتر اور مستند تر ترجمے کے انتخاب میں دشواری نہ ہو، ۱۹۶۰ تک مستشرقین کے ترجمے زیادہ تر امریکا اور یورپ میں ہی تھے، مسلمان مترجموں اور مفسروں میں اکثر کا تعلق برصغیر سے ہے، لیکن ماضی قریب میں مسلمان مترجموں کے ترجمے بھی یورپ سے شائع ہوئے، اس کے باوجود یورپ کی لائبریریوں اور مکتبوں میں عام طور پر مستشرقین جیسے عراقی یہودی این جے داؤد اور اے جے آربری کے ترجمے ہی نظر آتے ہیں، پکتھال اور مولانا دریابادی کے ترجموں کو شاید کسی اندیشے کے تحت یورپ میں عام نہیں کیا گیا، قادیانی، شیعہ اور طبقہ بریلویہ کے ترجمے، شروع میں ان نسبتوں کے اثرات کو محسوس کیے بغیر رائج ہوئے، قادیانی ترجمے اب متروک ہوتے جاتے ہیں، یہ اور اس قسم کی دوسری کارآمد معلومات سے اس کتاب کا مقدمہ لبریز ہے، فاضل مرتب نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ انہوں نے صرف کامل ترجموں کو ہی اس فہرست میں شامل کیا ہے، تعارف انگریزی حروف تہجی کے اعتبار سے ہے مثلاً پہلا تعارف احمد مرزا بشیر الدین محمود

کے نام سے ہے جس میں مترجم کے مختصر حالات، ترجمہ کی تاریخ، مترجم کے افکار ورجحانات کو سلیقے سے پیش کیا گیا، اسی طرح ہر ترجمہ کے مختلف ایڈیشنوں کی مکمل تفصیل بھی دے دی گئی، قریب اڑتالیس ترجموں میں سب سے قدیم راس الیکزنڈر (۱۵۹۲ - ۱۶۵۴) ہیں، اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے اس مترجم کے ترجمہ پر انگلینڈ میں ۱۶۴۹ میں پابندی عائد کردی گئی تھی حالاں کہ یہ ترجمہ یوروپی استشراق سے عاری نہیں تھا، جانب داری، تعصب، تلبیس و تدلیس اور عربی زبان سے ناواقفیت کے ساتھ دوراز کار تاویلات کا مجموعہ تھا، بعد میں جارج سیل کے ترجمے نے اس کی مقبولیت میں کمی کی اور اب عالم یہ ہے کہ گذشتہ پچپن برسوں سے اس کا کوئی نیا ایڈیشن طبع نہیں ہوا، کتاب کے آخر میں چند نہایت مفید ضمیمے بھی ہیں جن میں منتخب ترجموں کی جانب رہنمائی کی گئی ہے، ان ترجموں کے متعلق تنقیدی اور تجزیاتی مطالعات کی تفصیل بھی ہے، اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بیش قیمت ہوگئی ہے، مترجم کی محنت قابل داد اور مجمع الملک فہد قابل مبارک باد ہے کہ اس مفید ترین کتاب کی اشاعت کا فخر اس کو حاصل ہوا۔

خانوادہ علم اللّٰہی : از مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۳۳۶، قیمت ۱۰۰ روپے، پتہ: سید احمد شہید اکیڈمی، دارعرفات، دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی، یوپی۔

علم وفضل، اصلاح وارشاد اور تربیت وتزکیہ کی روایات کو صدیوں سے باقی اور قائم رکھنے میں رائے بریلی کے حسنی خاندان کی مثالیں کم ہی ملتی ہیں، خصوصاً اسلامی ہند کی گذشتہ کئی صدیوں کی تاریخ اس خاندان کے ناموران کے ذکر کے بغیر ناقص ہی کہی جائے گی، ساتویں صدی ہجری میں اس خاندان کے ایک جد امجد سید قطب الدین احمد المدنی نے ہندوستان کی سرزمین کا رخ کیا، کڑہ الہ آباد میں مستقل سکونت اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے خاندان میں برکت دی، مختلف بستیاں ان سے آباد ہوئیں، جن میں سید شاہ علم اللہ کی نسبت سے تکیہ رائے بریلی بھی ہے، اس خاندان کے گل سرسبد حضرت سید احمد شہید ہوئے اور کہنا چاہیے کہ ان کا ثنی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ذات مبارک ہوئی جن کے وجود سے تکیہ کی زمین رشک افلاک ہوگئی، زیرنظر کتاب میں اسی خانوادہ علم اللّٰہی کی ۱۵۸ مرحوم ہستیوں کا ذکر ہے، فاضل تذکرہ نگار کو اور خصوصیات وامتیازات کے ساتھ تذکرہ نگاری کا بہترین سلیقہ تھا، تذکرہ مولانا محمد یوسف اور حیات خلیل جیسی اہم کتابیں ان کی تحقیق وجستجو اور خوش اسلوبی کا بہترین نمونہ ہیں، یہ کتاب بھی تحقیق اور موثر اسلوب کی عمدہ مثال ہے، کتاب کی اشاعت سے قبل فاضل تذکرہ نگار اپنے اسلاف کرام سے جاملے، ان کا ذکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قلم سے ہے، جس تذکرے سے عبادت وریاضت، ذکر وفکر، درس وتدریس

اور تربیت جہاد کی آرزو اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار ہو اس کے باعث برکت ہونے میں کیا شبہ ہے، صاحب تذکرہ کے لائق صاحب زادے سید محمد حمزہ حسنی ندوی نے اس کتاب کو شائع کر کے واقعی سعادت کا درجہ حاصل کیا، مقدمہ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے قلم سے ہے، اس میں ایک جملہ یہ بھی آ گیا ہے کہ ''سیداور سنی ہوجانا نوادر میں سے ایک نادر شے ہے'' کتابت کی غلطیاں کم ہیں لیکن بالائے سرش کا بالائے شہرش ہوجانا نظر میں آجاتا ہے۔

انعکاس (عربی زبان وادب ہندوستان میں): از ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۱۵۵، قیمت ۲۰۰ روپے، پتہ: شعبۂ عربی، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، یوپی۔

عرب و ہند تعلقات کی طرح ہندوستان کا عربی زبان و ادب سے تعلق بھی قدیم ہے، اس کتاب کے فاضل مصنف کے خیال میں عرب ملکوں کے بعد، عربی زبان وادب کے ارتقاء میں سب سے نمایاں کردار ہندوستان ہی کا ہے، اسی خیال کے تحت مصنف نے سرسید، علامہ شبلی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے لسان قرآن مجید سے شیفتگی اور اس کی خدمت کے بعض پہلوؤں کو پیش کر دیا، دو اور مضامین میں مدارس اور مسلم یونی ورسٹی کے شعبہ عربی کی علمی و ادبی خدمات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، سرسید کے متعلق انہوں نے لکھا کہ ''بالعموم علمائے کرام کا خیال ہے کہ سرسید کی عربی زبان پر گرفت کمزور تھی'' یہاں سب نہیں تو بعض علمائے کرام کے ناموں کی نشان دہی ضروری تھی لیکن اگر یہ خیال ہے تو اس کی پر زور تردید انہوں نے یہ کہہ کر کی کہ تفسیر کے قدیم مآخذ ومصادر کا گہرائی سے مطالعہ و استفادہ، سرسید کی عربی دانی کا بجائے خود ثبوت ہے، بقول ڈاکٹر اصلاحی ''سرسید کے بہت سے تفسیری خیالات سے اتفاق کرنا ناممکنات میں سے ہے'' لیکن عربی زبان وادب کی گہرائیوں اور وسعتوں کا ان کو پورا علم تھا، اس کی دلیل میں انہوں نے سرسید کی رائے کو پیش کر کے بتایا کہ لغوی اعتبار سے سرسید کی رائے میں بڑا وزن ہے، علامہ شبلی نے ایم۔اے۔او کالج میں لجنۃ الادب اور اخوان الصفا قائم کر کے شروع ہی سے عربی زبان وادب کی خدمت کا بیڑا اٹھایا، بعد میں ندوے کو جدید عربی کا مرکز بنایا، مقالات شبلی کی مدد سے علامہ شبلی کی خدمات کو بڑی خوبی سے پیش کر کے بتایا کہ ''شبلی ہندوستان میں جدید عربی ادب کے بانی تھے'' اس سلسلے کا دوسرا مضمون مکاتیب شبلی میں عربی زبان وادب کے عنوان سے ہے، مکاتیب شبلی کی اہمیت نقادوں کے نقطہ نظر سے جدا جدا طور پر ہے، مثلاً یہی کہ یہ مکاتیب ''ہماری قومی زندگی کا اعمال نامہ ہیں'' لیکن ان مکاتیب میں عربی زبان کے تعلق سے شبلی کے خیالات کو جواہر ریزوں کی مانند سمیٹنا اور

خوبصورت شکل میں پیش کرنا، فاضل مصنف کی قسمت میں تھا، یہ مقالہ اس کتاب کی جان ہے، مولانا علی میاں اور نصابی ادبیات کا عنوان بھی ان کی جدت نظر کا آئینہ دار ہے، سید ندوی کی مختارات، القرأۃ الراشدہ، قصص النبیین جیسی کتابوں اور السیرۃ النبویہ، مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی اور ارکان اربعہ نے اسلامی کردار کے علاوہ عربی زبان وادب کے ذریعہ قرآن و حدیث کے رنگ میں تحریر وتقریر کی صلاحیتوں کو نمو بخشا، بقول مصنف ندوہ کی تاریخ میں سید ندوی پہلے شخص ہیں جنھوں نے نصاب کے معاملہ میں علامہ شبلی کے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا، ''مسلم یونی ورسٹی کے شعبہ عربی کی خدمات'' معلومات افزا اور گویا مفصل اشاریہ ہے، زبان و بیان دل چسپ ہے البتہ ایک جگہ عربی زبان کی تنقید پر علامہ شبلی کے جذباتی ردعمل کے بارے میں یہ الفاظ کسی اور تعبیر کے لائق تھے کہ ''علامہ بلبلا اٹھے''۔

روم کے کلیساؤں سے لندن کی مسجدوں تک: از مولوی محمود الرحمان فاروقی ندوی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۲۰۴، قیمت ۱۲۵ روپے، پتہ: ادارہ تعلیمات اسلام، دیوبند۔

اردو میں سفرناموں کی کمی نہیں، گذشتہ نصف دہائی میں ان میں خاصا اضافہ ہوا، زیادہ تر سفرنامے مشاہیر اہل علم وفضل وفن کے مشاہدات وتاثرات کی شکل میں آئے، زیر نظر سفرنامہ اس لحاظ سے خصوصیت کا حامل ہے کہ یہ ایک نوجوان کے قلم سے ہے اور جس کے علم اور صلاحیت کو ابھی شہرت کے پر نہیں لگے لیکن نوجوان مسافر کی نگاہوں نے جو دیکھا، دل نے جو محسوس کیا اور قلم نے احساسات کو جس طرح زبان دی، اس کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تازہ وارد ان بساط سفر میں کوئی نامانوس دشت نورد چہرہ ہے، اس سے پہلے ان کے دو سفرنامے ناقابل یقین جاپان وچین اور دریائے نیل کے کنارے کنارے چھپے تو اہل نظر کی نظر میں بس گئے، نوجوان سیاح کو گم نامی پسند ہے کہ یہ مانند نسیم بس گزر جانے کا نام ہے، یہ نکتہ بھی اس کی دسترس میں ہے کہ اصل مزہ تماشائی بننے میں ہے نہ کہ تماشا بننے میں، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسے سیاح کی نظر کیسی ہوگی، زیر نظر سفر سرگذشت روم سے لندن کی راہوں کی نثری عکاسی ہے، راستے میں سوئزرلینڈ، جرمنی، بلجیم اور فرانس کے وہ مقامات بھی آئے جن سے سیاح سرسری گزر جاتے ہیں، عام معلومات اور سیاحتی مقامات کی باتیں اور بہت ہوا تو قلب ونظر کی آسودگی کے رمز وکنایے، لیکن ہمارے نوجوان سیاح نے تہذیب وثقافت، تعلیم ومعاش، اخلاق وکردار، مزاج وطبیعت، رہن سہن، عادات واطوار کے اندرون کی سیاحت بھی کی اور سب سے بڑھ کر اپنے اسلامی تشخص کے سایے میں کلیسا و مسجد کے نام لیواؤں کے احوال بھی دیکھ لیے، اس بات میں عموماً پڑھنے والوں کو خشکی اور کبھی کبھی بے مزگی

سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لیکن یہ محض وہی صلاحیت ہے کہ سیاح نے اپنے قاری کو کہیں اکتاہٹ نہیں ہونے دی، ہلکے پھلکے بلکہ نشاطیہ انداز بیان نے سفر کے لطف کو دوبالا کردیا، ''بیچاری نے بڑی معصومیت سے پوچھا کیا پیتے ہیں؟ ہم نے کہا صبر کے گھونٹ'' اٹلی کے چرمی سامانوں کی بات میں یہ بات پیدا کرنا کہ ''جب کھال کی بات ہی چلی ہے تو بتاتا چلوں کہ اٹلی واقعی انسانی کھال کھینچنے اور کھنچوانے ہی کے حوالے سے تاریخ میں مشہور ہے، صدیوں پہلے سے اب تک مراکش، الجزائر اور لیبیا کے تپتے ہوئے صحراؤں میں مجاہدین کو لٹا کر ان کی کھالیں کھنچوائیں''، ''اٹلی میں انگریزی برائے نام ہے یہ ہماری غلط فہمی ہے کہ انگریزی ساری دنیا میں خوب کام آتی ہے''، وینس کا شہرالفت گویا انسانوں کی بنائی ہوئی جنت ہے، جس کے دید کے لیے ہر سال بیس لاکھ سے زیادہ سیاح آتے ہیں، نوجوان سیاح کو اس فردوس زمین نے یہ پیغام دیا کہ ''خدا کی بنائی ہوئی جنت کی خوب صورتی کا اگر انہیں یقین ہوجائے تو وہ کس قدر وارفتگی کے عالم میں اس کو پانے کے لیے کیسی کیسی جدو جہد کریں'' کاش اس جم غفیر کو کوئی بتائے کہ باری تعالیٰ نے ان کے لیے اس سے کہیں بہتر جنت بنائی ہے جو ابدی اور لازوال ہے''، کہیں سیاح کا دل رویا کہ ''مادی خوش حالی کے باوجود جرمنی کے ترک مسلمانوں کی اکثریت تعلیمی پس ماندگی سے دوچار ہے''، کم سیاحوں نے دیکھ کر یہ کہا ہوگا کہ ''مغربی معاشرے میں سب سے زیادہ قابل رحم حالت عورت کی ہی ہے، مساوات کے نام پر عملاً یہ ہوا کہ جتنے نچلے درجے کے کام ہیں وہ بیشتر عورتوں ہی کے حصے میں آئے''، کسی تحریر کی خوبی یہ ہے کہ پڑھنا شروع کیا جائے تو ختم کیے بغیر نہ چھوڑا جائے، اس سفرنامے کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے۔

مئے طہور: از قاضی اطہر مبارک پوری، مرتب مولانا قمرالزماں مبارک پوری، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۴۵۸، قیمت ۱۵۰ روپے، پتہ: قاضی اطہر اکیڈمی، مبارک پور، ضلع اعظم گڈھ۔

بلند پایہ عالم و مورخ، محقق، مصنف اور صحافی کی حیثیت سے قاضی اطہر مبارک پوری محتاج تعارف نہیں، ایک شاعر کی حیثیت سے ان کی شہرت محدود ہے، حالانکہ ان کا کلام ادبی رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا، لیکن جب ان کے قدردانوں نے جمع کیا تو ایک عمدہ دیوان تالیف ہوگیا، نام کی طرح یہ مجموعہ کلام واقعی پاکیزہ و مصفی ہے۔ عشق کا سانس سانس ہے شرح ادائے بندگی　　اپنی ہر اک شکست کو حسن کی برتری سمجھ

قاضی صاحب کے ابتدائی دور کے اس شعر سے ان کی شاعری کی اٹھان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، کلام کے ساتھ، فاضل مرتب نے قریب دوسوتیس صفحات میں قاضی صاحب کے مکمل سوانح اور خاص طور پر ان کی شاعری کا بہترین تجزیہ بھی پیش کردیا جس سے اس مئے طہور کا لطف دوبالا ہوگیا ہے۔　　ع-ص